

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَرْقِعُ الْقَادِيَانِ
مَوْلَانَا ثَنَا اللَّهُ أَمْرُ تَسْرِيٍّ

مرقع قادياني

فاتح قاديان

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ .
 مرقع قادیانی ۱۹۰۷ء میں زیر ایڈیٹری مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری ماہواری
 رسالہ کی صورت میں جاری ہوا تھا۔ جو مرزا صاحب کے انتقال کے بعد بند ہو گیا۔ اُس کے
 مضامین بہت دلچسپ ہوتے تھے۔ اس لئے مناسب جانا گیا کہ مرقع قادیانی کے فائل سے بعض
 زیادہ دلچسپ اور مفید مضامین رسالہ کی صورت میں شائع کیے جائیں۔ چنانچہ یہ رسالہ آپ کی نظر
 سے گذرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اسے قبول کر کے برکت فرمائے گا۔

خاکسار میجر دفتر ”الجمہوریت“ امرتسر
 ربیع الاول ۱۳۳۵ھ۔ جنوری ۱۹۱۷ء

.....☆.....

مرقع قادیانی

ڈاکٹر ڈوئی امریکن کی موت پر مرزا صاحب کی الہام بانی

مرزا صاحب کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ جس وقت وہ الہام شائع کرتے تھے اُس وقت
 خود اُن کو یہ خبر نہیں ہوتی تھی کہ آئندہ کو کیا پیش آئے گا۔ اس لئے جیسا جیسا وقوعہ پیش آتا سکتے
 چھانٹا کرتے تھے۔ امریکہ کے ملک میں ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی تھا۔ جس نے بھی مرزا جی کی طرح

نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ جس پر کرشن جی قادیانی نے کو غصہ آیا کہ ”ابے ہیں؟ ایک ہم اور ایک تو؟
یاد رکھ:

ہم اور غیر دونوں یکجا بہم نہ ہوں گے
ہم ہونگے وہ نہ ہوں گے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

مگر وہ کوئی ایسا کوہ و قارتھا کہ اُس نے کبھی پھر کبھی نہ دیکھا کہ پیچھے کون آتا ہے۔ خدا
کی شان قضاء الہی سے وہ فوت ہو گیا۔ بس پھر تو مرزا جی کی بن آئی۔ لگے وہ بھی اور اُن کے چیلے
بھی بغلیں بجانے۔ چنانچہ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء کے اخبار الحکم میں ایک مضمون نکلا جو یہ ہے:

”حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدق کھل گیا۔ اور کذاب و مفتزی ڈوئی مر گیا۔

بگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ بر چشم نشانیت کبیر

امریکہ کے کذاب و مفتزی ڈاکٹر جان الگرنڈ رڈوئی کے نام سے الحکم کے ناظرین اور
انڈیا کی مذہبی دنیا بخوبی واقف ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے الیاس اور عہد نامہ کا رسول ہونے کا
دعویٰ کیا تھا۔ اور بالآخر اُس نے مسلمانانِ عالم کی ہلاکت کی پیشگوئی بڑے زور شور سے اپنے اخبار
لیوز آف ہیپنگ میں کی تھی۔ جس پر حضرت حمید اللہ مسیح موعود (مرزا) علیہ السلام نے ۱۹۰۲ء کی
تیسری سہ ماہی میں اُس کا ایک جواب انگریزی زبان میں بکثرت امریکہ میں شائع کیا تھا۔ اور ستمبر
۱۹۰۲ء کے اردو میگزین میں اُس کا ترجمہ دیا گیا تھا۔ اور اخبارات کے سلسلہ میں بھی اس کا ذکر کیا
گیا۔ اس پیشگوئی کا خلاصہ یہ تھا کہ کاذب صادق کی زندگی میں ہلاک ہو جائے گا۔“

دیکھئے کس زور کی عبارت ہے۔ اور کس مضبوطی سے دعویٰ ہے۔ مگر ناظرین آگے چل
کر جان لیں گے کہ یہ مضبوطی نہیں بلکہ ڈھٹائی ہے۔ خیر اس کے جواب میں ہم نے اخبار
الجمہیت مورخہ مارچ ۱۹۱۷ء میں ایک مضمون لکھا۔ جو یہ ہے:

کرشن قادیانی اور امریکن ڈوئی

”ہمارے مرزا صاحب قادیانی کی طرح امریکہ میں بھی ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی تھا۔
جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اب اُس کے مرنے کی خبر آئی ہے۔ جس پر قادیانی کرشن کی

۱۔ مرزا صاحب قادیانی نے سیالکوٹ کے لیکچر میں یہ خطاب اپنے لئے خود تجویز فرمایا تھا کہ ہم ہندوؤں کے لئے

کرشن ہیں۔ (لیکچر سیالکوٹ ص ۳۳۔ خزائن ج ۲۰ ص ۲۲۸)

پارٹی مارے خوشی کے آپے سے باہر ہوئے جاتی ہے کہ ہمارے کرشن کی پیشگوئی ثابت ہوگئی۔ اس لئے ہم ان بہادروں سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ بتلاؤ تمہارے کرشن جی قادیانی نے کب پیشگوئی کی تھی۔ اُس کی تاریخ مع اصلی الفاظ کے ظاہر کرو۔ مگر یاد رکھنا مولوی اسماعیل مرحوم علی گڑھی اور مولوی غلام دستگیر قصوری کے معاملہ کی طرح اس کو بھی خورد برد نہ کر جانا۔ بلکہ بہت جلد ہمارا معقول جواب دینا۔ بدر اور الحکم وغیرہ کے ایڈیٹرو! تمہیں تو کھانا حرام ہے جب تک مہاتما کرشن جی کی اصل پیشگوئی مع تاریخ شائع نہ کرو :

تاسیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

اس کو دیکھ کر الحکم کے ایڈیٹر نے الحکم مورخہ ۱۹ مارچ میں جواب دیا۔ جو یہ ہے:

کیا شاء اللہ مان لے گا؟ امرتسری منکر مولوی ثناء اللہ امرتسری عجیب وغریب مذہبی حرکات کرنے کا عادی ہے۔ اور اس کی چشم بینا ایسی بند ہے کہ وہ دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا اور سنتا ہوا نہیں سنتا۔ جب کوئی نشان پورا ہوتا ہے تو اپنے اسلاف منکروں کے نقش قدم پر چل کر کہہ دیتا ہے۔ مسحر مستمر۔ ڈاکٹر ڈوئی مفتری رسول کی موت کی پیشگوئی پوری ہونے پر وہ مجھے کہتا ہے کہ تمہیں کھانا حرام ہے جب تک مہاتما کرشن جی کی اصل پیشگوئی مع تاریخ شائع نہ کرو۔ ع ”تاسیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد“ میں امرتسری منکر کی قسم کی پروا کرتا ہوں کہ اور ”دروغ گورانا بخانا اش باید رسانید“ پر عمل کرنے کے لئے اُسے الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۲-۱۳-۱۴ کے پڑھنے کی تکلیف دیتا ہوں جہاں پیشگوئی کے اصلی الفاظ درج ہیں۔ اب اگر ثناء اللہ راست باز ہے تو اسے تسلیم کرے اور اگر وہ خدائے تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے تو سچائی سے اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور تکذیب سے باز آئے۔“

(ایڈیٹر الحکم: ص ۱۵)

اس جواب میں ایڈیٹر الحکم نے ہمارے جواب کے لئے ۱۷ مارچ کے الحکم کا حوالہ کافی سمجھا۔ جس میں اُس نے پیشگوئی کا خلاصہ یہ لکھا تھا کہ:

”کاذب صادق کی زندگی میں ہلاک ہو جائے گا۔“

مگر ناظرین باانصاف غور کریں کہ ہم نے جو سوال کیا تھا وہ ڈوئی کے متعلق اصل عبارت سے تھا نہ کہ اُس کے خلاصے کے متعلق۔ خلاصہ تمہارا تو اسی قسم کا ہوتا ہے اصل عبارت تو تھی کہ پندرہ ماہ کے اندر آتھم مر جائے گا۔ مگر اس کو چھانٹتے چھانٹتے آخر ایسا تناخ کے چکر میں ڈالا کہ اُس کی اصلی اور نقلی صورت میں اس سے زیادہ فرق معلوم ہوتا ہے جو بقاعدہ تناخ بد اعمال انسان کو بد کرداری کی وجہ سے انسانی شکل سے کتے اور بیلے کی جون نصیب ہوتی ہے۔ مگر ہوشیار

اڈیٹر مذکور سمجھ گیا کہ ہماری پکڑ کوئی معمولی نہیں۔ اس لئے اُس نے اپنے بزرگ کی طرح بڑی چالاکاکی سے اصل عبارت کو چھپا کر اُس کے خلاصہ کا حوالہ بتلایا۔ پھر خلاصہ بھی وہ جس کو دیکھ کر سوال پیدا ہوا تھا۔

مرزائی پارٹی کا ایک اعلیٰ لیڈر جو گومرزائی تقلید میں پھنسا ہوا ہے تاہم اُس کے قلم سے کبھی کبھی سچ سچ نکل جایا کرتا ہے۔ یعنی قادیانی ریویو کا اڈیٹر (مولوی محمد علی۔ ایم اے) لکھتا ہے:

”ہم نہیں کہتے کہ کوئی شخص بلا تحقیق حضرت مسیح موعود (مرزا) کی پیشگوئیوں کو آمتاد صدقاً کہہ دے۔ بلکہ ہم صرف انہیں اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ محقق نظر سے غور کریں۔“

اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۳

اس لئے ہم ”بدرابدرا باید رسانید“ عمل کرنے کو جس کتاب کا اڈیٹر الحکم نے حوالہ دیا ہے۔ اسی سے اصل عبارت نقل کرتے ہیں۔ مگر اُن کی طرح خلاصہ نہیں بلکہ اصل مضمون لفظ بلفظ سناتے ہیں۔ ناظرین بغور سنیں:

مرزا صاحب رسالہ ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء میں صفحہ ۳۴۴ پر لکھتے ہیں:

”رہے مسلمان۔ سو ہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں بادل عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے۔ ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ وہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سنائیں۔ بلکہ اُن میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کر دیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے۔ کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی ۱۔ جانتا ہوں۔ اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔ چاہئے کہ اس درنا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے۔ اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کروں گا۔ اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دوں گا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے اور تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے ایک راہ نکل آئے گی۔ میں نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے کی۔ اس سبقت کو دیکھ کر غیور خدا نے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا۔ یاد رہے کہ میں اس ملک میں معمولی انسان نہیں ہوں۔ میں وہی مسیح موعود ہوں جس

۱۔ یہاں تو یسوع کو نبی لکھا گیا مگر ضمیرہ انجام آتھم ص ۶۷ پر اسی یسوع کو خوب گالیاں سنائی ہیں۔ مرزائیوں ان دونوں مقاموں کو دیکھ کر اللہ سے ڈر کر فیصلہ کرو۔

کا ڈوئی انتظار کر رہا ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس برس کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا۔ اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا۔ اور وہ میں ہی ہوں۔ صد ہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لئے ظاہر ہو چکے ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے۔ ڈوئی بے ہودہ باتیں اپنے ثبوت میں لکھتا ہے کہ میں نے ہزار ہا بیمار توجہ سے اچھے کئے ہیں۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیوں پھر اپنی لڑکی کو اچھانہ کر سکا۔ اور وہ مر گئی۔ اور اب تک اُس کے فراق میں روتا ہے۔ اور کیوں اپنے اُس مرید کی عورت کو اچھانہ کر سکا جو بچہ جن کر مر گئی۔ اور اس کی بیماری پر بلایا گیا۔ مگر وہ گزر گئی۔ یاد رہے کہ اس ملک کے صد ہا عام لوگ اس قسم کے عمل کرتے ہیں اور سلب امراض میں بہتوں کو مشق ہو جاتی ہے اور کوئی اُن کی بزرگی کا قائل نہیں ہوتا۔ پھر امریکہ کے سادہ لوحوں پر نہایت تعجب ہے کہ وہ کس خیال میں پھنس گئے۔ کیا اُن کے لئے مسیح کو ناحق خدا بنانے کا بوجھ کافی نہ تھا۔ کہ یہ دوسرا بوجھ بھی انہوں نے اپنے گلے ڈال لیا۔ اگر ڈوئی اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور درحقیقت یسوع مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدی کے مرنے سے ہو جائے گا۔ کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے۔ لیکن اگر اُس نے اس نوٹس کا جواب نہ دیا یا اپنے لاف و گداز کی نسبت دعا کر دی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہو گا مگر یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو۔ بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندے کے پھاڑنے سے ہو۔ اور ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو۔ آمین“

(ریویو آف ریلیجنس ۳۳۳-۳۳۵۔ ج ۱ نمبر ۹ ستمبر ۱۹۰۲ء)

یہ ہے اصل عبارت اس میں مرزا صاحب نے ڈاکٹر ڈوئی کو چیلنج دیا ہے کہ وہ دعا کرے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے۔ یہ نہیں کہ بطور پیشین گوئی کے اعلان کر دیا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے گا۔ مرزا ایسا! مولویت کے مدعیو! تمہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ جملہ انشائیہ اور جملہ خبریہ میں کیا فرق ہوتا ہے۔

معزز ناظرین! خدا اذرا کرشن جی کی اصلی عبارت دیکھتے جائیں کہ اس میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا ملتا ہے جس کا یہ مطلب ہو۔ یا مرزا صاحب نے اعلان اور اخبار کے طور پر کہا ہو کہ ہم (مرزا اور ڈوئی) میں سے جو جھوٹا ہو گا سچے سے پہلے مر جائے گا۔ بلکہ یہی لکھا گیا ہے کہ ڈوئی یہ دعا کرے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے۔ لیکن اُس کو وہ دعا ڈوئی نے کرشن جی کو دی یہاں سمجھ کر منہ

اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کہ کیا کہتا ہے۔ اُس نے ہرگز یہ دعا نہیں کی بلکہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کہ قادیان میں کون رہتا ہے۔ چنانچہ مرزا جی کے رسالہ ریویو ہی سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ جہاں لکھا ہے:

”باوجود کثرت اشاعت پیشگوئی کے ڈوئی نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اپنے اخبار ”لیوز آف ہیلنگ“ میں اس کا کچھ ذکر کیا۔“

(ریویو ج ۶ نمبر ۴۔ بابت اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۲)

یہ عبارت باواز بلند کہہ رہی ہے کہ ڈوئی نے مرزا صاحب کے حسب منشاء دعا نہیں کی۔ پس جب اُس نے دعا نہیں کی تو پھر یہ پیشگوئی یا مہابلہ نہ ہوا بلکہ یوں کہئے کہ بغیر مہابلہ کے ڈاکٹر ڈوئی کا مرزا صاحب کی زندگی میں مرنا مرزا صاحب کے مہابلہ کی تردید اور کرشن جی کی تکذیب کرتا ہے۔ کیونکہ اُس سے ثابت ہوا کہ اُس کی عمر ہی اتنی تھی۔ اگر وہ مہابلہ کر لیتا تو دو حال سے خالی نہ تھا۔ یا تو مرزا صاحب کی زندگی میں مرتا۔ تو ثابت ہوتا کہ اُن کے مہابلہ یا دعا کا اثر ہے۔ وہ اپنی اجل سے نہیں مرا۔ اور اگر مرزا صاحب کے بعد مرتا تو کھلی تکذیب ہوتی۔ غرض یہ ہے کہ مرزا صاحب کے حسب منشاء نہ تو ڈوئی نے دعا کی اور نہ اُن کے چیلنج کو قبول کیا اس لئے وہ اس پیشگوئی سے نہیں مرا۔ بلکہ اپنی مقررہ اجل پر مرا ہے۔ جس کو مرزا صاحب کی صداقت اور نبوت سے کچھ تعلق نہیں تعجب ہے مرزائیوں کے انصاف پر کہ کس آن بان سے اس واقعہ کو پیشگوئی لکھتے ہیں۔ حالانکہ جس شرط پر یہ پیشگوئی ہونی تھی وہ شرط متحقق ہی نہیں ہوئی۔ یعنی ڈوئی نے حسب درخواست مرزا صاحب دعا نہیں کی۔ چونکہ یہ بات بہت ہی واضح ہے کہ اذا فوات الشرط فوات المشروط۔ جب شرط متحقق نہیں تو مشروط بھی ثابت نہیں۔ یعنی جب ڈوئی نے دعا نہیں کی تو مہابلہ بھی نہ ہوا۔ اس لئے قادیانی ریویو کا ہوشیار اڈیٹر لکھتا ہے:

”جب وہ (ڈوئی) نہ تو اسلام کے متعلق دریدہ ذہنی سے باز آیا۔ اور نہ ہی کھلے طور پر میدان مقابلہ میں نکلا۔ تو حضرت مسیح موعود نے ایک اور اشتہار جاری کیا۔ اس اشتہار کا عنوان یہ تھا ”بگٹ اور ڈوئی کے متعلق پیشگوئیاں“ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اب یہ خالی مہابلہ کی دعوت نہیں رہی تھی۔ بلکہ اس میں صراحت کے ساتھ ڈوئی کی ہلاکت کی پیشگوئی کی گئی تھی۔“

(ریویو آف ریپبلکن ج ۶ نمبر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۲)

اس عبارت سے دو امر ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ اس اشتہار سے پہلے کی تمام تحریریں

مباہلہ یا پیشگوئی نہ تھیں۔ بلکہ دعوت مباہلہ تھی۔ دوسرا امر یہ ثابت ہوا۔ کہ اس اشتہار میں جس کا ذکر اس منقولہ عبارت میں ہے صاف پیشگوئی کی گئی ہے مگر ہم بڑے افسوس سے کہتے ہیں کہ۔

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

آخر اس اشتہار کو جوائڈ میگزین نے نقل کیا تو پہلے تو اس میں بھی یہ فقرے موتیوں کی طرح جڑے ہوئے نظر آئے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

”مسٹر ڈوئی آخر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا۔ تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور ڈکھ کے ساتھ اس دارفانی کو چھوڑے گا۔ یاد رہے کہ اب تک ڈوئی نے میری درخواست مباہلہ کا کچھ جواب نہیں دیا اور نہ اپنے اخبار میں کچھ شروع کیا ہے۔ اس لئے میں آج کی تاریخ سے جو ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء ہے۔ اس کو پورے سات ماہ کی اور مہلت دیتا ہوں۔ اگر وہ اس مہلت میں میرے مقابلہ پر آ گیا اور جس طور سے مقابلہ کرنے کی میں نے تجویز کی ہے جس کو میں شائع کر چکا ہوں اگر تجویز کو پورے پورے طور پر منظور کر کے اپنے اخبار میں عام اشتہار دے دیا تو جلد تر دینا دیکھ لے گی کہ اس مقابلہ کا انجام کیا ہوگا۔“

(ریویو ج ۶ نمبر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۴۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱۹-۱۲۰)

باوجود اس صاف اور سیدھی تحریر کے اڈیٹر ریویو اپنی عقل و دانش کو بالائے طاق رکھ کر لکھتا ہے کہ اس اشتہار میں مفصلہ ذیل امور خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

”(۱) یہ اشتہار پہلی چٹھی کی طرح محض ایک چیلنج یعنی مباہلہ کی دعوت ہی نہ تھی!

بلکہ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اس میں ڈوئی کے انجام اور اس کی ہلاکت کی صریح

خبر موجود تھی۔“

گو اس فقرہ میں ایڈیٹر ریویو نے اپنی کاشننس اور ضمیر کے خلاف کیا ہے تاہم خدا کی طرف سے اس پر جبر کیا گیا تو دوسرے ہی نمبر میں اس کے قلم سے یہ فقرہ بھی نکل گیا۔

۱۔ یہ لفظ ”تھی“ صاف ظاہر کرتا ہے کہ پہلی چٹھی مندرجہ ریویو ستمبر ۱۹۰۲ء جس کا حوالہ ایڈیٹر الحکم نے دیا ہے کوئی پیشگوئی نہ تھی بلکہ محض دعوت مباہلہ تھی۔ یعنی یہ کہا گیا تھا کہ آؤ مباہلہ کرو۔ باوجود اس قوی شہادت کے نہیں معلوم ایڈیٹر الحکم وغیرہ کیوں اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ الحمد للہ میں اس کے متعلق پیشگوئی کے الفاظ مانگے گئے تھے۔ نہ اس عبارت کے الفاظ جو مباہلہ کی دعوت تھی۔ مباہلہ کی دعوت اور ہے مباہلہ اور۔ پھر مباہلہ اور ہے پیشگوئی اور۔ افسوس ہے کہ مرزائی پارٹی کو ان تینوں لفظوں میں تو تمیز نہیں یا دانستہ اپنے علم و عقل کے خلاف کر رہے ہیں۔

(۲) مندرجہ ذیل الفاظ خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں کہ مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مبالغہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارتاً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑے گا۔“

(ریویو اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۳۳۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۶۱۹)

ناظرین! اس فقرہ کو بغور دیکھئے کہ جن لفظوں پر ہم نے خط دیا ہے۔ اُن کو اڈیٹر ریویو نے موٹے لفظوں میں لکھا ہے۔ پس آپ ذرا انصاف سے بتلائیں کہ ان لفظوں میں کوئی لفظ بھی ایسا ہے جس کے معنی پیشگوئی کے ہیں یا محض ایک درخواست ہے اور ڈوئی کو بلایا جاتا ہے کہ آؤ ہم سے مبالغہ کرو۔ اڈیٹر ریویو پیشگوئی کے اصلی الفاظ مانگنے والوں پر کھیانے ہو کہ اُن کو بے شرم اور بے حیا تو کہتا ہے۔ مگر ناظرین اُسی کے الفاظ میں دیکھ سکتے ہیں کہ بے شرم اور بے حیا کون ہے۔ وہی بے حیا ہے جو اپنی تحریر کے آپ ہی خلاف کہے۔ پھر اُسی اپنے مخالف کلام کو بطور سند پیش کرے۔ لایفعلہ الا من سفہ نفسہ۔

مرزا یو! ایمان سے کہنا ایسے شخص کو امام یا لیڈر ماننا کیا اس شعر کا مصداق نہیں؟

اذا کان الغراب قوم

سیہدہم طریق الہالکیسا

(جب کوئی گمراہ آدمی کسی قوم کا راہنما ہوگا۔ تو وہ گمراہی کی طرف ہی ہدایت کرے گا)

باوجود اس صفائی کے مرزائیوں کی راستبازی کی یہ کیفیت ہے کہ تمام دنیا کو یا تو اندھا جانتے ہیں یا خود ایسے ہیں کہ دنیا بھر میں کوئی ایسا نہ ہوگا۔ چنانچہ قادیانی پارٹی کا اصلی رکن اڈیٹر ریویو لکھتا ہے:

”وہ خدائی فیصلہ جو حضرت مسیح موعود نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے مانگا تھا کہ

اے خدا تو کھلے طور پر ڈوئی کے جھوٹ کو دنیا پر ظاہر فرما۔ وہ فیصلہ ظاہر کر چکا ہے۔

اور جو پیشگوئی اُس کے انجام کے متعلق تین سال پہلے امریکہ اور یورپ میں شائع

ہو چکی تھی وہ نہایت صفائی سے پوری ہو چکی ہے۔ پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا

تھا کہ ڈوئی حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بڑے بڑے دکھ اٹھا کر اور بڑی بڑی

حسرتوں کے ساتھ ہلاک ہو جائے گا۔“ (ریویو ج ۶ نمبر ۳۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۳۹)

پھر کمال ہوشیاری یہ ہے کہ بڑی صفائی سے اڈیٹر مذکور لکھتا ہے کہ ”پیشگوئی کے یہ لفظ

تھے کہ وہ (ڈوئی) میری آنکھوں کے سامنے اور میرے دیکھتے دیکھتے حسرت اور دکھ کے ساتھ اس

دنیا کو چھوڑ جائے گا۔“ (ریویو ج ۶ نمبر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء، ص ۱۳۹-۱۴۰۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۶۱۹)
پس ہم بھی اسی ایک بات پر فیصلہ کرتے ہیں کہ پیشگوئی کے یہ الفاظ دکھا دو تو ہم بھی
مان جائیں گے کہ کرشن جی کی یہ پیشگوئی سچی ہوئی۔

مرزا میو! اور مرزا کے اڈیٹرو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ انصاف کر کے اور تقویٰ سے کام لے
کر پیشگوئی کے یہ الفاظ دکھا دو۔ نہیں تو یاد رکھو کہ ”مرقع قادیانی“ تمہارے ہی مقابلہ کے لئے
جاری ہوا ہے۔ تم دیکھ لو گے کہ عمر بھر اس تقاضا سے تمہاری جان نہ چھوٹے گی۔ آج تک مرزا جی
جس قدر ہمارے مواخذات سے چلائے ہیں۔ اُس سے زیادہ چلاؤ گے:

نازک کلامیاں مری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشہ سے پتھر کو توڑ دوں

.....☆.....

سچے اور جھوٹے مسیح میں رقابت

آج کل کچھ ایسا دستور ہو رہا ہے کہ جھوٹے دوکاندار جب اپنی دوکان کا اشتہار دیتے
ہیں تو خواہ مخواہ بھی دوسرے دوکانداروں کی طرف کوئی نہ کوئی لفظ نوک جھونک کا لکھ دیتے ہیں۔ اور
کچھ نہیں تو اتنا ضرور ہی لکھیں گے کہ ”جھوٹے دغا بازوں سے بچو“۔ یہی حال ہمارے پنجابی متنبی
مرزا صاحب قادیانی کا ہے کہ جب سے آپ نے مسیحیت کا دعویٰ کیا ہی۔ خواہے نخواہے آپ
حضرت مسیح کی کسی نہ کسی لفظ میں تھمیر شان کرتے ہی رہتے ہیں۔ آپ نے اپنے ازالہ میں لکھا۔

ایک منم کہ حسب بشارات آمد
عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنم

(ازالہ اوہام ص ۱۵۸۔ خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

پھر (دافع البلاء ص ۲۰ خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰ میں) لکھا۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

گو اس قسم کی عبارات تو ہیں مسیح میں صاف ہیں۔ لیکن مرزا جی کے معتقدین پھر بھی اُن

کی تاویلات رکیکہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے آج ہم ایک ایسی عبارت مرزا جی کی توہین مسیح میں تازہ دکھاتے ہیں جس کے دل میں ذرہ بھر بھی حضرات انبیاء خصوصاً حضرت مسیح علیہم السلام کی عظمت اور عزت ہوگی وہ بھی مرزا صاحب پر نفرین کرے گا۔ اور جان جائے گا کہ قادیانی تنہی اشتہاری دوکانداروں کی طرح خواہ خواہ بزم خود حضرت مسیح کو اپنا رقیب سمجھتا ہے۔ بہر حال وہ عبارت یہ ہے:

قادیانی اخبار بدرج ۶ نمبر ۱۹ ص ۵۔ مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب کے کلمات نا طہیبات کی ذیل میں لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے فرمایا:

”دوبارہ آمد:- فرمایا ایک دفعہ حضرت مسیح زمین پر آئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔ دوبارہ آ کر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ اُن کے آنے کے خواہشمند ہیں۔“

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم سے لوگ مشرک ہوئے ہیں۔ حضرت نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ قرآن مجید تو مسیح کی برأت کرتا ہے اور صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ اُس نے صرف توحید کی تعلیم دی تھی۔ پھر اُس کی عظمت اور بزرگی بتلانے کو ”وجیہ فسی اللینیا والاحرة ومن المقربین“ فرمایا (یعنی دین و دنیا میں عزت والا اور خدا کے مقرب بندوں میں سے ہے) مگر مرزا صاحب اپنی رقابت کا ذبہ کے زعم میں عیسائیوں کی غلطی کو اُس پاک نبی اور برگزیدہ خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مرزا بیو! اب بھی کہو گے کہ تمہارا مہدی اور کرشن حضرت مسیح کی توہین نہیں کرتا؟
اگر اب بھی نہ وہ سمجھے تو اُس بت سے خدا سمجھے

(مرقع قادیانی، جون ۱۹۰۷ء)

☆.....

قادیانی مشین میں الہام بانی

قادیانی مشین کے پرزے الہام بانی میں کچھ ایسے تیز ہیں کہ ایک دن میں ہزار ہا الہام بن ڈالتے ہیں۔ الہاموں کا شمار تو ناظرین کو غالباً معلوم ہوگا۔ مگر اُن کے بنے جانے کی کیفیت شاید معلوم نہ ہو۔ پس آج ہم اس الہام بانی کی کیفیت بتلاتے ہیں کہ یہ الہام قادیانی مشین میں

کس طرح تیار ہوتے ہیں۔ ناظرین غور سے سنیں۔

اپریل کے مہینے میں مولوی ابوسعید محمد حسین بنا لوی نے کاپیاں صحیح کرانے کے لئے منشی غلام محمد کا تب کو خط لکھا جو قادیان میں مرزا صاحب کا کام کرتا تھا۔ کہ بنالہ میں آکر ہمارا کام کر دو۔ اور اگر تمہیں آنے کی فرصت نہ ہو تو میں ہی قادیان میں آ جاؤں گا۔ مگر الگ کسی مکان میں رہوں گا۔ اس امر کی اطلاع جب مرزا صاحب کو ہوئی کہ مولوی صاحب قادیان میں آنا چاہتے ہیں تو مرزا صاحب نے کئی ایک دعوتی خط مولوی محمد حسین صاحب کو لکھے۔ جن میں سے چند ایک فقرات ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

”جناب مولوی صاحب سلمہ۔ بعد دعائے مخلصانہ میں نے رقعہ آپ کا پڑھ لیا۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ میں ایک سخت ضرورت کے باعث چند روز تک میاں غلام محمد کا تب کو اجازت نہیں دے سکتا۔ آپ میرے پرانے زمانے کے دوست ہیں اور آپ سے مجھے دلی محبت باوجود اُس مذہبی اختلاف کے جو قضا و قدر سے درمیان میں آ گیا ہے۔ جس کو خدائے عظیم جانتا ہے۔ آپ بلا تکلف دو تین روز کے لئے یہاں آ جائیں۔ کوئی امر مذہبی درمیان میں نہیں آئے گا۔ اور مجھ سے آپ ہر طرح تو واضح پائیں گے۔ اور آپ کا مضمون اس جگہ کے مطبع میں چھپ بھی سکتا ہے۔“

(۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء۔ خاکسار غلام احمد از قادیان)

اس خط میں کس لجاجت نرمی اور چالپوسی سے مولوی صاحب موصوف کو دعوت دے کر بلایا ہے۔ خیر اس چال کا حشر تو یہ ہوا کہ اتنے میں خاکسار کو اس خط و کتابت کی خبر ہوئی تو بحکم ”گوٹکے کی بولی گوٹکے کی ماں جانے“ خاکسار نے مرزا جی کے مطلب کو پالیا کہ حضرت جی اس میں معجزہ نمائی کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے مولوی صاحب کو میں نے فوراً لکھا کہ اتنے کام کے لئے آپ تہ دیان میں نہ جائیں۔ میں اپنا کام چھڑا کر آپ کا یہ کام کر دوں گا۔ مولوی صاحب موصوف نے بھی یہی مناسب سمجھا۔ اور امر تشریف لے آئے۔ مگر مرزا صاحب نے چونکہ مولوی صاحب کو بلانے کے لئے بڑی کوشش کی تھی اُن کورات دن یہی خیال تھا کہ مولوی صاحب آئے کہ آئے۔ اس لئے اُن کو بقول ”بلی کو چھبڑوں کے خواب“ امر می کو ایک خواب آیا۔ جو ۱۶ مئی کے بدر میں ان لفظوں میں چھپا کہ:

”رؤیا..... مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بنا لوی کو دیکھا کہ وہ ہمارے مکان میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے کسی اپنے آدمی کو کہا کہ مولوی صاحب کو خاطر

داری سے کھانا کھانا چاہئے۔ ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس رویا سے معلوم ہوتا ہے۔
واللہ اعلم کہ وہ دن نزدیک ہے کہ خدائے تعالیٰ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو خود
رہنمائی کرے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ بھی ایک الہام سے معلوم ہوا کہ خدائے
تعالیٰ آخر وقت میں اُن کو سمجھ دے گا کہ انکار کرنا اُن کی غلطی تھی اور یہ کہ میں اپنے
دعویٰ مسیح موعود میں حق پر ہوں۔ مگر معلوم نہیں کہ آخر وقت کے کیا معنی ہیں۔“

(بدرج ۶ نمبر ۲۰ ص ۳۔ ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء۔ تذکرہ ص ۱۸ طبع ۳)

اس خواب اور اس خط کو ملانے سے مرزائی الہام بانی کی کیفیت یہ معلوم ہوئی کہ جو امر
دن کو آپ کی آنکھوں کے سامنے اور دماغ کے اندر مضبوطی سے جگہ پکڑے ہوتا تھا وہی رات کو
خواب آتا تھا۔ اسی کا نام الہام ہے اور اسی کو کہتے ہیں ”بلی کو سمجھڑوں کے خواب“۔
باقی رہا آپ کا یہ نتیجہ نکالنا کہ مولوی صاحب موصوف آخر کار اپنی غلطی کا اقرار کریں
گے اور مجھے مان جائیں گے۔ سو یہ آپ کی پرانی تمنا ہے۔ چنانچہ ”عجاز احمدی (ص ۵۱۔ خزائن ج
۱۹ ص ۱۶۳) میں بھی آپ یہ لکھ چکے ہیں۔

اقلب حسین یھتدی من یظنہ

عجیب و عند اللہ ہین وایسر

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائے گا۔ کون گمان کر سکتا ہے۔ عجیب بات ہے اور خدا
کے نزدیک سہل اور آسان ہے۔

مگر انشاء اللہ یہ صرف آپ کی اُمنگ رہے گی جیسی کہ آج تک آسانی منکوحہ کے
وصال سے حسرت ہے کہ باوجود آسمان پر نکاح ہو چکنے کے آپ کے دل سے حسرت بھری آہ ہی
سننے میں آتی رہی۔

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا

ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

اسی طرح آپ اس حسرت کو بھی سینہ میں ساتھ ہی لے جائیں گے۔ اور مولوی

صاحب مدوح برابر آپ کا سر کوٹتے رہیں گے۔ (مرقع قادیانی، جولائی ۱۹۰۷ء)

☆.....

مرزا صاحب کا فتویٰ طاعونی مردوں کے دفن کے متعلق

بلا سے کوئی ادا اُن کی بد نما ہو جائے
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا

مرزاجی کی نیرنگیاں جو خاکسار کو معلوم ہیں کاش مرزاجی کے مریدوں خصوصاً علم و فضل کے مدعیوں کو معلوم ہوں تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی مرید نہیں رہ سکتے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب آپ نے دعویٰ کیا تھا کہ طاعون میرے مخالفوں پر عذاب بھیجا گیا ہے۔ میرے مرید اس سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ (کاغذی) کشتی نوح میں لکھا تھا:

”اگر ہمارے لئے آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے۔ اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا کہ اس زمانے میں انسانوں کو ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھا دے۔ سو اُس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا۔ اور وہ جو کامل پیر دی اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔“

(کشتی نوح ص ۲۱۔ خزائن ج ۱ ص ۲۱)

اس عبارت کی مزید تشریح کی حاجت نہیں۔ کیونکہ مضمون صاف ہے کہ مرزاجی اور ان کے گھر والے اور اُن کے راح الاعتقاد فتاویٰ الشیخ جن کو فتاویٰ المرزا کہنا بجا ہو طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ اسی مضمون کو مرزاجی نے کتاب ”مواعب الرحمن“ میں اور بھی واضح کر دیا ہے۔ جس کے ہم مشکور ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

”لسا من الطاعون امان ولا تخوفونی من هذه النیران فان النار

غلامنا بل غلام الغلمان۔“ (مواعب الرحمن ص ۲۳۔ خزائن ج ۱ ص ۲۳۲)

یعنی ہمارے لئے طاعون سے امان ہے۔ مجھ کو طاعون سے مت ڈراؤ۔ طاعون

ہمارا غلام یعنی تابع دار ہے بلکہ غلاموں کا غلام ہے۔“

مگر چونکہ مرزاجی کو اپنا اندر کا پول معلوم تھا کہ ڈھول کی آواز ہی آواز ہے۔ اندر کچھ نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے طاعون زدوں سے بڑی احتیاط اور پرہیز کے حکم صادر کیے۔ یہاں تک کہ مرزاجی کا مقرب اخبار البدرد کا اڈیٹر محمد افضل جب طاعون ہی سے قادیان میں مرا۔ تو مرزا

اور میرزا میوں نے اُس سے کوئی ہمدردی نہ کی۔ بلکہ جس مسجد میں اُس کی چار پائی الگ کی گئی تھی۔ بحکم مرزا جی اُس مسجد کے کنوئیں سے رسی اور ڈول کئی دنوں تک اُتر رہا۔ تاکہ کہیں اس کنوئیں کا پانی سقے گھروں میں نہ لے آویں۔ نہ اُس کے جنازہ پر کوئی گیا۔ اسی طرح قاضی امیر حسین بھیروی کا جوان لڑکا طاعون کی بھینٹ چڑھا۔ اور مرزا میوں نے اُس سے بھی وہی سلوک کیا جو افضل مذکور سے کیا تھا۔ تو قاضی موصوف نے مرزا جی کی خدمت میں آکر بہت شور و غل کیا کہ آپ کے مرید تو کافروں سے بدتر ہیں۔ کسی میں ہمدردی نہیں۔ یہ نہیں وہ نہیں۔ اس پر مرزا جی کو ہوش آیا تو آپ نے ایک تقریر کی ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء کے اخبار بدر قادیاں میں چھپی تھی جو یہ ہے:

اس وقت تمام جماعت کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنی جماعت کے اندر طاعون کے بیماروں اور شہیدوں کے ساتھ پوری ہمدردی اور اخوت کا سلوک کرنا چاہئے۔ یاد رکھو تم میں اس وقت دو اخوتیں جمع ہو چکی ہیں۔ ایک تو اسلامی باخوت اور دوسری اس سلسلہ کی اخوت ہے۔ پھر اُن دو اخوتوں کے ہوتے ہوئے گریز اور سردمہری ہو تو یہ سخت قابل اعتراض امر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم خارج از مذہب سمجھتے ہو اور وہ تم کو کافر کہتے ہیں اُن میں ایسے موقع پر سردمہری نہیں ہوتی۔ جن لوگوں سے یہ سردمہری ہوتی ہے وہ دو باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے افراط اور تفریط کا۔ اگر افراط اور تفریط کو چھوڑ کر اعتدال سے کام لیا جائے تو ایسی شکایت پیدا نہ ہو۔ جبکہ ”تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالْمَعْرُومَةِ“ کا حکم ہے تو پھر ایسے مُردوں سے گریز کیوں کیا جائے۔ اگر کسی کے مکان کو آگ لگ جائے اور وہ فریاد کرے تو جیسے یہ گناہ ہے کہ محض اس خیال سے کہ میں نہ جل جاؤں اُس مکان کو اور اس میں رہنے والوں کو جلنے دے اور جا کر آگ بجھانے میں مدد نہ دے۔ ویسے ہی یہ بھی معصیت ہے کہ ایسی بے احتیاطی سے اس میں کود پڑے کہ خود جل جائے۔ ایسے موقع پر احتیاط مناسب کے ساتھ ضروری ہے کہ آگ بجھانے میں اُس کی مدد کرے۔ پس اسی طریق پر یہاں بھی سلوک ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے جا بجا رحم کی تعلیم دی ہے کہ یہی اخوت اسلامی کا منشاء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ تمام مسلمان مومن آپس میں بھائی ہیں۔ ایسی صورت میں کہ تم میں اسلامی اخوت قائم ہو۔ اور پھر اس سلسلہ میں ہونے کی وجہ سے دوسری اخوت بھی ساتھ ہو۔ یہ بڑی غلطی ہوگی کہ کوئی شخص مصیبت میں گرفتار ہو اور قضا و قدر سے اُسے ماتم پیش آ جائے تو دوسرا چھینر و پھینن میں بھی اُس کا شریک نہ ہو ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ جنگ میں شریک ہوتے یا مجروح ہو جاتے تو میں یقین نہیں رکھتا کہ صحابہ انہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہوں۔ یا پیغمبر ﷺ اس بات پر راضی ہو جاتے ہوں کہ وہ اُن کو چھوڑ کر

پلے جاویں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی وارداتوں کے وقت ہمدردی بھی ہو سکتی ہے اور احتیاط مناسب بھی عمل میں لائی جاسکتی ہے۔ اول تو کتاب اللہ سے یہ مسئلہ ملتا ہی نہیں کہ کوئی مرض لازمی طور پر دوسرے کو لگ بھی جاتی ہے۔ ہاں جس قدر تجارب سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے لئے بھی نص قرآنی سے احتیاط مناسب کا پتہ لگتا ہے۔ جہاں ایسا مرض ہو کہ وہ شدت سے پھیلی ہوئی ہو۔ وہاں احتیاط کر لے یہی مناسب ہے۔ لیکن اس کے بھی یہ معنی نہیں کہ ہمدردی چھوڑ دے۔ خدا تعالیٰ کا ہر گز یہ منشاء نہیں ہے کہ انسان ایک میت سے اس قدر بعد اختیار کرے کہ میت کی ذلت ہو۔ اور پھر اُس کے ساتھ جماعت کی ذلت ہو۔ خوب یاد رکھو کہ ہرگز اس بات کو نہیں کرنا چاہئے۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے تمہیں باہم بھائی بنا دیا ہے۔ پھر نفرت اور بعد کیونکر ہو سکتا ہے۔ اگر وہ بھی مرے گا تو اُس کی بھی کوئی خبر نہیں لے گا۔ اور اس طرح پر اخوة کے حقوق تلف ہو جائیں گے۔ خدا تعالیٰ نے دو ہی قسم کے حقوق رکھے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ جو شخص حقوق العباد کی پروا نہیں کرتا وہ آخر حقوق اللہ کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ کیونکہ حقوق العباد کا لحاظ رکھنا یہ بھی تو امر الہی ہے جو حقوق اللہ کے نیچے ہے۔

یہ خوب یاد رکھو اللہ تعالیٰ پر توکل بھی کوئی شے ہے۔ یہ مت سمجھو کہ تم نرے پر ہیروزوں سے بچ سکتے ہو۔ جب تک خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق نہ ہو۔ اور انسان اپنے آپ کو کارآمد انسان نہ بنائے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اُس کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ خواہ ہزار بھاگتا پھرے کیا وہ لوگ جو طاعون میں مبتلا ہوتے ہیں وہ پرہیز نہیں کرتے۔ میں نے سنا ہے کہ لاہور میں نواب صاحب کے قریب ہی ایک انگریز رہتا تھا وہ مبتلا ہو گیا۔ حالانکہ یہ لوگ تو بڑے پرہیز کرنے والے ہیں۔ زرا پرہیز کوئی چیز نہیں۔ جب تک خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق نہ ہو۔ پس یاد رکھو کہ حقوق اخوة کو ہرگز نہ چھوڑو۔ ورنہ حقوق اللہ بھی نہ رہیں گے۔ خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ طاعون کا سلسلہ جو مرکز پنجاب ہو گیا کب تک جاری رہے۔ لیکن مجھے یہی بتایا گیا ہے ”ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یتغیروا ما بانفسہم“ اللہ تعالیٰ کبھی حالت قوم میں تبدیلی نہ کرے گا جب تک لوگ دلوں میں تبدیلی نہ کریں گے۔ ان باتوں کو سُن کر یوں تو ہر شخص جواب دینے کو طیار ہو جاتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ استغفار بھی کرتے ہیں۔ پھر کیوں مصائب اور ابتلاء آ جاتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کو جو سمجھ لے وہی سعید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء کچھ اور ہوتا ہے سمجھا کچھ اور جاتا ہے اور پھر اپنی عقل اور عمل کے پیمانہ سے ناپا جاتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہر چیز جب اپنے مقررہ وزن

۱۔ مرزا صاحب کی اُردو ایسی ہی تھی جس میں مذکورہ نٹ کی تیز لازمی نہ تھی (مرقع)

سے کم استعمال کی جائے تو وہ فائدہ نہیں ہوتا جو اُس میں رکھا گیا ہے۔ مثلاً ایک دوائی جو تولہ کھائی جائے تو اگر ایک تولہ کی بجائے ایک بوند استعمال کی جائے تو اس سے کیا فائدہ ہوگا اور اگر روٹی کی بجائے کوئی ایک دانہ کھالے تو کیا وہ سیری کا باعث ہو سکے گا۔ اور پانی کے پیالہ کی بجائے ایک قطرہ سیراب کر سکے گا؟ ہرگز نہیں۔ یہی حال اعمال کا ہے جب تک وہ اپنے پیمانہ پر نہ ہوں وہ اوپر نہیں جاتے ہیں۔ یہ سنت اللہ ہے جس کو ہم بدل نہیں سکتے۔ پس یہ بالکل خطا ہے کہ اسی ایک امر کو پلے باندھ لو کہ طاعون والے سے پرہیز کریں تو طاعون نہ ہوگا۔ پرہیز کرو جہاں تک مناسب ہے۔ لیکن اس پرہیز سے باہمی اخوت اور ہمدردی نہ اٹھ جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی خدا سے سچا تعلق پیدا کرو۔ یاد رکھو کہ مردہ کی تجمیر و تکفین میں مدد دینا اور اپنے بھائی کی ہمدردی کرنا صدقات و خیرات کی طرح یہ بھی ایک قسم کی خیرات ہے۔ اور یہ حق حق العباد ہے۔ جو فرض ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ نے صوم و صلوة اپنے لئے فرض کیا ہے اسی طرح اس کو بھی فرض ٹھہرایا ہے کہ حقوق العباد کی حفاظت ہو۔ پس ہمارا کبھی یہ مطلب نہیں ہے کہ احتیاط کرتے کرتے اخوة ہی کو چھوڑ دیا جائے۔ ایک شخص مسلمان ہو پھر سلسلہ میں داخل ہو اور اُس کو یوں چھوڑ دیا جائے جیسے گئے کو..... یہ بڑی غلطی ہے۔ جس زندگی میں اخوت اور ہمدردی ہی نہ ہو وہ کیا زندگی ہے۔ پس ایسے موقع پر یاد رکھو کہ اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے تو ہمدردی کے حقوق فوت نہ ہونے پائیں۔ ہاں مناسب احتیاط بھی کرو۔ مثلاً ایک شخص طاعون زدہ کا لباس پہن لے یا اُس کا پس خوردہ کھالے تو اندیشہ ہے کہ وہ مبتلا ہو جائے۔ لیکن ہمدردی یہ نہیں بتاتی کہ تم ایسا کرو۔ احتیاط کی رعایت رکھ کر اُس کی خبر گیری کرو۔ اور پھر جو زیادہ وہم رکھتا ہو وہ غسل کر کے صاف کپڑے بدل لے۔ جو شخص ہمدردی کو چھوڑتا ہے وہ دین کو چھوڑتا ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے ”مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ الْآيَةِ“ یعنی جو شخص کسی نفس کو بلا وجہ قتل کر دیتا ہے وہ گویا ساری دنیا کو قتل کرتا ہے۔ ایسا ہی میں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ ہمدردی نہیں کی تو اُس نے ساری دنیا کے ساتھ ہمدردی نہیں کی۔ زندگی سے اس قدر پیار نہ کرو کہ ایمان ہی جاتا رہے۔ حقوق اخوت کو کبھی نہ چھوڑو۔ وہ لوگ بھی تو گزر رہے ہیں جو دین کے لئے شہید ہوئے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات پر راضی ہے کہ وہ بیمار ہو اور کوئی اُسے پانی تک نہ دینے جائے۔ خوفناک وہ بات ہوتی ہے جو تجربہ سے صحیح ثابت ہو۔ بعض ملّا ایسے ہیں جنہوں نے صد ہا طاعون سے مرے مردوں کو غسل دیا اور انہیں کچھ نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ و بائی ایام میں اتنا لحاظ کرے کہ ابتدائی حالت ہو تو وہاں سے نکل جائے۔ لیکن جب زور شور

ہو تو مت بھاگے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کہا تھا کہ تم ابواب متفرقہ سے داخل ہونا۔ اس لحاظ سے کہ مبادا کوئی جاسوس سمجھ کر پکڑ نہ لے۔ احتیاط تو ہوئی۔ لیکن قضا و قدر کے معاملہ کو کوئی روک نہ سکا۔ وہ ابواب متفرقہ سے داخل ہوئے لیکن پکڑے گئے۔ پس یاد رکھو کہ سارے فضل ایمان کے ساتھ ہیں۔ ایمان کو مضبوط رکھو۔ قطع حقوق معصیت ہے اور انسان کی زندگی ہمیشہ کے لیے نہیں ہے۔ ایسا پرہیز اور بند جو ظاہر ہو وہ عقل اور انصاف کی رو سے صحیح نہیں ہے۔ ایسے امور سے اپنے آپ کو بچاؤ جو تجربہ میں مضرت ثابت ہوئے ہیں۔ یہ جماعت جس کو خدا تعالیٰ نمونہ بنانا چاہتا ہے اگر اس کا بھی یہی حال ہو کہ ان میں اخوت اور ہمدردی نہ ہو تو بڑی خرابی ہوگی۔ میں دوسرا پہلو نہ بیان کرتا لیکن مجھے چونکہ سب سے ہمدردی ہے اس لئے اسے بھی میں نے بیان کرنا ضروری سمجھا۔ بہر حال باہم ہمدردی ہو۔ اور اب میں اس دعا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت سے اس طاعون کو اٹھالے۔ آمین۔“

(بدھ ۱۲ مئی ۱۹۰۵ء۔ ملفوظات ج ۷ ص ۲۳۹ تا ۲۴۰)

اس ساری تقریر میں دو تین ہی باتوں کا ذکر ہے جس کو شیطان کی آنت سے بھی حسب عادت لمبا کیا گیا ہے۔ (۱) مرزائیوں میں طاعون ہے اور ضرور ہے۔ (۲) یہ کہ طاعون متعدی مرض نہیں ہے۔ (۳) طاعونی مردوں کی بے عزتی نہیں کرنی چاہئے ان کے ذن کفن میں شریک ہونا چاہئے۔ بہت خوب ہمیں اس میں بحث نہیں۔ ہمارا مقصود ابھی آگے ہے۔ مگر اس مقصود سے پہلے ہم ایک لطیفہ تملانا ضروری جانتے ہیں۔

اس تقریر میں یہ ذکر ہے کہ اس جماعت میں اگر اخوت اور ہمدردی نہ ہو تو بڑی خرابی ہو گی۔ مگر دوسرے ایک موقع پر مرزاجی خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ میرے مرید بدخلق ہیں۔ بدتہذیب، نامراد ہیں۔ ناپاک باطن وغیرہ ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

”حضرت مولوی نور الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص للٹھی اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للٹھی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد تو یہ نصوح کر کے پھر بھی کج دل ہیں۔ کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے اللہ تعالیٰ علیک نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ خوش خلقی اور

ہمدردی سے پیش آویں۔ اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بنا پر لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے دست بردار بن لیتے ہیں۔ اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔“

(اشتہار التوائے جلب مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۳۳۱۔ ملحقہ یہ رسالہ شہادۃ القرآن ص ۹۹۔ خزائن ج ۶ ص ۳۹۵)

اس مرزائی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی کی تشریف آوری سے اسلام کو کوئی ایسا بڑا فائدہ نہیں ہوا جتنا کہ نقصان ہوا ہے۔ خیر یہ بھی سہی۔ اس سے بھی ہمارا مطلب نہیں۔ بلکہ مطلب ہمارا آگے آتا ہے۔ مرزا جی نے ۱۰ اپریل ۱۹۰۷ء کے احکم میں ایک نیا سرکلر جاری کیا جو قابل غور ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”یہ خدا تعالیٰ کے غضب کے دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی بار مجھے بذریعہ وحی فرمایا ہے کہ ”غضب غضباً شدیداً“ آج کل طاعون بہت بڑھتا جاتا ہے اور چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ میں اپنی جماعت کے واسطے خدا تعالیٰ سے بہت دعا کرتا ہوں کہ وہ اُس کو بچائے رکھے۔ مگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جب قہر الہی نازل ہوتا ہے تو بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں اور پھر اُن کا حشر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔ دیکھو حضرت نوح کا طوفان سب پر پڑا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک مرد عورت اور بچے کو اس سے پورے طور پر خبر نہ تھی کہ نوح کا دعویٰ اور دلائل کیا ہیں۔ جہاد میں جو فتوحات ہوئیں وہ سب اسلام کی صداقت کے واسطے نشان تھیں لیکن ہر ایک میں کفار کے ساتھ مسلمان بھی مارے گئے۔ کافر جہنم کو گیا مسلمان شہید کہلایا۔ ایسا ہی طاعون ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ہماری جماعت کے بعض آدمی بھی شہید ہوں۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور دعا میں مصروف ہیں کہ وہ اُن میں اور غیروں میں تمیز قائم رکھے۔ لیکن جماعت کے آدمیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے کچھ نہیں بنتا۔ جب تک کہ ہماری تعلیم پر عمل نہ کیا جائے۔ سب سے اول حقوق اللہ کو ادا کرو۔ اپنے نفس کو تمام جذبات سے پاک رکھو۔ اس کے بعد حقوق عباد کو ادا کرو۔ اور اعمال صالحہ کو پورا کرو۔ خدا تعالیٰ پر سچا ایمان لاؤ۔ اور تضرع کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے رہو۔ اس کے بعد اسباب ظاہری کی رعایت رکھو۔ جس مکان میں چوہے مرنے شروع ہوں اُسے خالی کر دو۔ اور جس محلے میں طاعون ہو اُس محلے سے نکل جاؤ اور کسی کھلے میدان میں جا کر ڈیرا لگاؤ۔ جو تم میں سے

۱۔ مرزا یو! کیا تم ایسے ہی ہو۔ اُسوں؟ ۲۔ اس کا ثبوت کیا؟ ۳۔ جب دونوں مرے تو تمیز کیسی؟

بتقدیر الہی طاعون میں مبتلا ہو جائے اس کے ساتھ اور اس کے لواحقین کے ساتھ پوری ہمدردی کرو اور ہر طرح سے مدد کرو۔ اور اس کے علاج معالجہ میں کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھو۔ لیکن یاد رہے کہ ہمدردی کے یہ معنی نہیں کہ اُس کے زہریلے سانس یا کیڑوں سے متاثر ہو جاؤ۔ بلکہ اُس اثر سے بچو۔ اسے کھلے مکان میں رکھو۔ اور جو خدا نخواستہ اس مرض سے مر جائے۔ وہ شہید ہے۔ اس کے واسطے ضرورت غسل کی نہیں۔ اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے وہی کپڑے رہنے دو اور ہو سکے تو ایک سفید چادر اُس پر ڈال دو۔ اور چونکہ مرنے کے بعد میت کے جسم میں زہریلا اثر زیادہ ترقی پکڑتا ہے اس واسطے سب لوگ اُس کے ارد گرد جمع نہ ہوں۔ حسب ضرورت دو تین آدمی اُس کی چار پائی کو اٹھائیں۔ باقی سب دور کھڑے ہو کر مثلاً ایک سو گز کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر جنازہ پڑھیں۔ جنازہ ایک دعا ہے اور اس کے لئے ضروری نہیں کہ انسان میت کے سر پر کھڑا ہو۔ جہاں قبرستان دور ہو مثلاً لاہور میں سامان ہو سکے تو کسی گاڑی یا چھکڑے پر میت کو لاد کر لے جائیں۔ اور میت پر کسی قسم کی جزع فزع نہ کی جائے خدا کے فعل پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔ اس بات کا خوف نہ کرو کہ ایسا کرنے سے لوگ تمہیں بُرا کہیں گے وہ پہلے کب تمہیں اچھا کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں شریعت کے مطابق ہیں اور تم دیکھ لو گے کہ آخر کار وہ لوگ جو تم پر ہنسی کریں گے۔ خود بھی ان باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے۔ مگر رُایہ بہت تاکید ہے کہ جو مکان بہت تنگ اور تاریک ہو اور ہوا اور روشنی خوب طور پر نہ آسکے اُس کو بلا توقف چھوڑ دو۔ کیونکہ خود ایسا مکان ہی خطرناک ہوتا ہے۔ گو کوئی چوہا بھی اس میں نہ مرا ہو۔ اور حتی المقدور مکانوں کی چھتوں پر رہو۔ نیچے کے مکان سے پرہیز کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو صفائی سے رکھو۔ نالیاں صاف کراتے رہو۔ سب سے مقدم یہ کہ اپنے دلوں کو بھی صاف کرو۔ اور خدا کے ساتھ پوری صلح کر لو۔“

(الحکم ۱۱۰ اپریل ۱۹۰۷ء۔ ملفوظات ج ۹ ص ۲۵۲-۲۵۳)

ناظرین! خدا ہوا اس مسیح کی حکمت عملیاں دیکھتے جائیں کہ پہلے سر کلر مندرجہ بدر ۳ مئی ۱۹۰۵ء میں کیا ہدایتیں کرتا ہے اور کیسا برادرانہ سلوک سکھاتا ہے کہ میت کو ذلیل نہ کرو۔ پرہیز سے کیا ہوتا ہے۔ ایک ملا (مردہ شو) سینکڑوں طاعونی مردوں کو غسل دیتا ہے اس کو کچھ بھی ضرور نہیں ہوتا۔ قرآن مجید سے طاعون کا متعدی ہونا ثابت ہی نہیں بلکہ محض وہم ہے۔ وغیرہ۔ اس کو دوبارہ پڑھئے۔ مگر اس مضمون میں میت کے قریب جانے سے بھی روکتا ہے۔ تین چار آدمی چار پائی اٹھا کر چلیں بلکہ ہٹ کر دور رہیں بلکہ جنازہ بھی سو گز کے فاصلہ پر پڑھیں۔ واد

سبحان اللہ! (مرے مردود نہ فاتحہ نہ درود)

مرزائی دوستو! ”اليس فيكم رجل رشيد“ کیا تم میں کوئی بھی سمجھ دار نہیں؟ ضرور ہوگا۔ جب بڑے میاں نے پہلی بات کہی تھی اس وقت بھی تم لوگوں نے سبحان اللہ کہا تھا۔ اور جب یہ دوسری بات فرمائی تو اس وقت بھی تم لوگوں نے ”آمننا وصدقنا“ کہا۔ اس لئے تمہارے حال پر سخت رحم آتا ہے کہ تم لوگوں نے بے سوچے سمجھے مرزائی کو اپنا امام بنا رکھا ہے۔ جسے اتنی بھی خبر نہیں کہ شریعت کے کیا اصول ہیں یا میں نے پہلے کیا کہا تھا اور اب کیا کہتا ہوں۔ سچ ہے۔

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایذا ہی کریں گے

کیا وعدہ انہیں کر کے کرنا نہیں آتا

ناظرین! اس منقولہ مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاکٹری طریق سے پرہیز کرو اور اسباب پر اعتماد کرو۔ ناظرین! بس اس خلاصہ کو ملحوظ رکھ کر اس بزرگ کا ایک اور قول سنو۔ آپ فرماتے ہیں:

اعلم ان الاسباب اصل عظیم للشرك الذي يغفرو انھا القرب

ابواب الشرك و اوسعها للذی لا يحذرو کم من قوم اهلکم هذا

الشرك و اوردی فصاروا كالطبعين والدميرين.

(مواب الرحمن ص ۵۔ خزائن ج ۱ ص ۲۲۳)

یعنی اسباب طبعیہ کا پابند ہونا شرک کی بڑی جڑ ہے جو کبھی نہ بخشا جائے گا اور شرک کے سب دروازوں سے بہت قریب یہ دروازہ (اسباب طبعیہ) کا ہے۔ اور سب سے فراخ اور چوڑا اس شخص کے حق میں جو شرک سے بچتا نہیں۔ بہت سی قوموں کو اس شرک (یعنی اسباب کے استعمال اور بھروسہ) نے گمراہ کر دیا۔ پس وہ طبعی یاد ہریہ ہو گئے۔“

مرزائی کے مریدو! مرزا صاحب سے تم پوچھ سکتے ہو یا ہمیں اپنی طرف سے پوچھنے کی اجازت دے سکتے ہو کہ جب اسباب پر بھروسہ کرنے سے آدی گمراہ اور مشرک ہو جاتا ہے تو آپ نے ۱۰/۱۱ اپریل کے اخبار الحکم (اور ملفوظات ج ۹ ص ۲۵۲، ۲۵۳) میں جو سرکلر دیا ہے کہ طاعونی مردے میں زہریلا اثر زیادہ ہوتا ہے اور یہ پرہیز جو آپ نے بتایا ہے۔ اسباب کے لحاظ سے ہے یا کچھ اور۔ پھر آپ بھی اس کی پابندی سے مشرک ہوئے یا نہیں؟

مرزائیو! تمہاری دکالت میں ہم نے سوال تو کر دیا ہے۔ مگر جواب ملنے کی توقع

نہیں۔ پس اب تم جانو اور تمہارا امام۔ ہم نے تو تم کو اس شرک کا ثبوت دینا تھا جو دے دیا۔ اب تم

مراو ما نصیحت بود و کفتم
حوالت با خدا کردیم و رقیم

ناظرین! مرزا جی جو خاکسار سے خفا تھے کہ اس نے میرے سلسلہ کو بلا دیا۔ بہت نقصان پہنچایا۔ یہ کیا وہ کیا۔ اس کی وجہ آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہی معقول بحث ہے جو حوالجات صحیحہ پر مبنی ہوتی ہے نہ کہ زبانی رام کہانی اور گالی گلوچ۔

کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے
(مرقعہ بابت جولائی ۱۹۰۷ء)

.....☆.....

سر سید احمد خاں اور مرزا صاحب قادیان

میرے محبوب کے دونوں نشاں ہیں
کمر تپکی صراحی دار گردن

اس مضمون میں ہم ان دونوں نام آوروں کی پبلک زندگی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ پبلک زندگی سے ہماری مراد فنِ تصنیف ہے۔ جس کی وجہ سے ان دونوں نام آوروں کو نام آوری نصیب ہوئی ہے۔ اسی فن میں ہم ان کا مقابلہ دکھائیں گے اور اس سے زیادہ یہ نہیں ہوگا کہ ان میں سے کسی ایک کے مذہبی خیالات کے ہم منکر یا مؤید ہوں۔ بلکہ صرف فنِ تصنیف میں مقابلہ منظور ہے۔ چنانچہ ہم پہلے فنِ تصنیف کی ایک مختصری تعریف کرتے ہیں۔
تصنیف :- کے معنی ہیں واقعات صحیحہ کو جمع کر کے نتیجہ نکالنا۔ نتیجہ نکالنا۔ غلطی ہو جانا اور بات ہے مگر واقعات صحیحہ کا پیش کرنا بہت ضروری ہے۔ پس اس تعریف کے مطابق ہم ان دونوں مصنفوں کا مقابلہ دکھاتے ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ سر سید احمد خاں کے مذہبی خیالات کچھ بھی ہوں مگر ان میں بڑا کمال تھا کہ واقعات کی تلاش میں بہت کوشش کرتے تھے۔ مخالف عبارت یا مخالف کے کلام کو نقل کی

ضرورت ہوتی تو پوری نقل کر کے کتاب اور صفحات کا حوالہ بھی دیتے۔ چنانچہ اُن کی تصنیفات تفسیر۔ خطبات وغیرہ کے دیکھنے والوں پر یہ امر مخفی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرسید کی تصنیفات دیکھنے سے اُن کا معتقد مخالف سے باقاعدہ مباحثہ کرنے پر قدرت پاسکتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی ایسے نہیں بلکہ مخالف کے کلام کو جہاں نقل کرتے ہیں ایسی طرح سے کرتے ہیں کہ نہ اُس کا سرسالم رہتا ہے نہ پیر۔ اگر ہم اس دعویٰ کو یونہی بے حوالہ چھوڑ دیں تو ہم بھی مرزا صاحب کی طرح ہوں گے۔ اس لئے ہم صحیح صحیح واقعات ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر مرزا صاحب کے مد مقابل شروع سے آریہ سماجی رہے ہیں۔ ہمیشہ ان کو اُن سے پالا رہا۔ تو کیسا ضروری تھا کہ مرزا صاحب اُن کے متعلق جو کچھ لکھتے باقاعدہ لکھتے مگر ناظرین دیکھ کر حیران ہوں گے کہ ایسے بڑے مخالف کے سامنے بھی مرزا صاحب دُور کی لیتے ہیں۔ آریوں کی بابت آپ (فحشہ الحق ص ۳۵۔ خزائن ج ۲ ص ۳۷۱) پر لکھتے ہیں کہ:

”ان بیدوں نے بجز گالیوں اور بدزبانوں کے اور کیا سکھلایا ہے۔ جا بجا اول سے آخر تک یہی شرتیاں پائی جاتی ہیں کہ اے اندر ایسا کر کہ ہمارے سارے دشمن مر جائیں اُن کے بچے مر جائیں۔“

دیکھئے اتنا بڑا تو دعویٰ ہے۔ مگر ثبوت کہیں نہیں۔ نہ پوری عبارت نقل ہے نہ کسی کتاب کا حوالہ صفحہ پتہ ہے۔

کیا ایسی تحریر کو دیکھ کر کوئی شخص مخالف سے مناظرہ کر سکتا ہے۔ جب وہ حوالہ مانگے تو قادیان جا کر لائے۔ مگر وہاں سے لانا بھی چیل کے گھونسلے سے ماس لانے سے مشکل ہے۔ یہ تو ہوا اُن کا برتاؤ مخالفین اسلام سے۔ اب سنئے کہ مخالفین ذات شریف سے کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کے برخلاف مولوی غلام دنگیر مرحوم قصوری نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے ”فتح رحمانی“۔ مولوی اسماعیل مرحوم علی گڑھی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے ”اعلاء الحق الصریح“۔ قصوری مرحوم نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر گذشتہ زمانے کے ایک کاذب مہدی کی ہلاکت کا قصہ لکھا کہ محمد طاہر کی دعا سے وہ ہلاک ہوا تھا۔ اس کے بعد یوں لکھا:

”یا مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا تھا ویسا ہی دعا اور التجا اس فقیر قصوری کان اللہ سے (جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع سعی ہے) مرزا قادیانی اور اُس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی

توفیق رفیق فرما۔ اور اگر یہ مقدر نہیں تو اُن کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا۔ ”لقطع
دابسر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين انك على كل
شىء قدير وبالاجابة جدید۔ امین۔ (ص ۲۷)

اس دعا کا مدعا صاف ہے کہ خداوند ایا تو مرزا صاحب کو توبہ کی توفیق دے یا ہلاک کر مگر
یہ دعویٰ مولوی صاحب قصوری نے اس میں نہیں کیا کہ میری زندگی ہی میں اُس کو ہلاک کرنے یہ کہا
ہے کہ جو جھوٹا ہو وہ پہلے مر جائے۔ بلکہ مولوی صاحب کی دعا کے الفاظ میں وہ وسعت ہے کہ جب
کبھی بھی مرزا صاحب بغیر توبہ کے مریں گے اُن کی دعا قبول سمجھی جائے گی۔ چنانچہ پیغمبر خدا ﷺ
کی دعا کا اثر مسیلمہ پر یہ ہوا تھا کہ آپ کے بعد مرا۔ مگر آخر کار چونکہ بے نیل مرام مرا۔ اس لئے دعا
کی صحت میں شک نہیں۔ پس مولوی صاحب قصوری کی دعا کا مدعا یا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ مرزا
صاحب میری زندگی میں مریں یا یہ کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔ اور مولوی صاحب
علی گڑھی نے تو اتنا بھی نہیں کیا۔ اب سنئے مرزا صاحب ان دونوں بزرگوں کی نسبت کیا لکھتے ہیں۔
فرماتے ہیں:

”مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی محمد اسماعیل علی گڑھ والے
نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا۔ اور ضرور
ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ وہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع
کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے۔ اور اس طرح پران کی موت نے فیصلہ کر دیا
کہ کاذب کون تھا۔“ (اربعین نمبر ص ۹۔ خزائن ج ۱ ص ۳۹۴)

اس عبارت کا مدعا مولوی صاحب قصوری کی عبارت سے بالکل الگ ہے۔ پھر لطف
یہ ہے کہ جتنی عبارت پر ہم نے خط دیا ہے اتنی عبارت پر مرزا صاحب نے بھی خط دیا ہے۔ گویا
اشارہ ہے کہ یہ عبارت زیر خط بیعتہ وہی ہے جو مولوی صاحبان نے لکھی ہے۔ حالانکہ یہ اُس سے
بالکل اجنبی ہے۔ بہر حال جو کچھ ہے اس کا مطلب بھی ناظرین سمجھ لیں کہ اس محرفہ عبارت میں بھی
یہ نہیں ہے کہ ہم (مولوی و مرزا) میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے گا۔ بلکہ وہ قطعی مرزا صاحب
کو کاذب قرار دے کر (بقول مرزا صاحب) بددعا کرتے ہیں۔ لیکن ناظرین کس قدر حیران ہوں
گے کہ اس کتاب (اربعین نمبر ص ۱۱۔ خزائن ج ۱ ص ۳۹۷) پر پھر اس محرفہ عبارت میں یوں
ترمیم کی گئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”ان نادان ظالموں سے مولوی غلام دستگیر اچھا رہا۔ کہ اُس نے اپنے رسالہ

میں کوئی میعاد نہیں لگائی۔ (یہ ہم بھی مانتے ہیں مرزا سیو! یاد رکھنا کہ کوئی میعاد نہیں لگائی۔ مرقع) یہی دعا کی کہ یا الہی اگر میں مرزا غلام احمد کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعوے میں حق پر نہیں تو اُسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد اس کے بہت جلد خدا نے اُس کو موت دے دی۔ دیکھو کیسی صفائی سے فیصلہ ہو گیا۔“

اس عبارت میں کیسی صفائی کا ہاتھ دکھایا ہے لکھتے ہیں کہ ”اُس نے دعا ہی یہ کی تھی“ حالانکہ اس کو اس دعا کی خبر تک نہ ہوگی۔ بھلا ایسی دعا وہ کیسے کر سکتا تھا۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ آنحضرت ﷺ باوجود سچے نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال کر گئے..... مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔ کیا کسی اہل علم کی یہ شان ہو سکتی ہے کہ اس قسم کی دعا کرے۔ مگر چونکہ دونوں مولوی صاحبان انتقال کر گئے۔ اس لئے مرزا صاحب کو ایک موقع بات بنانے کا مل گیا۔ بس انہوں نے جھٹ سے اپنے مریدوں کی عقلوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ بلکہ کر ہی لیا۔ اور اپنے دل میں یقین کر لیا کہ کسی کو کیا ضرورت ہے اتنی تحقیقات کرے گا کہ اصل کتاب میں کیا ہے۔ مگر انہیں معلوم نہ تھا کہ امر ترسے مرقع نکلنے والا ہے۔ اور سنیے ایک مقام پر آپ اسی عبارت کو یوں لکھتے ہیں:

”غلام دہگیر کی کتاب دور نہیں مدت سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے دیکھو کس دلیری سے لکھتا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔“

(اشتہار انعامی پانسوں ۷)

اس عبارت میں کس دلیری سے کام لیا ہے کہ مولوی غلام دہگیر کے لکھنے کا ماقصود اس جملہ کو بناتے ہیں:

”ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا“

مرزا سیو! خدا را ذرا انصاف کر کے ہم کو دکھا دو کہ مولوی غلام دہگیر نے یہ لکھا ہے کہ ”ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔“

معاذ اللہ! استغفر اللہ!! کیسی خیانت مجرمانہ ہے کہ مخالف کے کلام کو بگاڑ بگاڑ کر مسخ صورت بنا کر پیش کیا جائے۔ پھر اس خیانت مجرمانہ کو معجزہ قرار دیا جائے۔ چہ خوش۔

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گر بہ شامیہ گفت باران شد

اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ مرزا صاحب صاف صاف اور صحیح صحیح واقعات سے اپنی کامیابی نہیں جانتے۔ جب ہی تو ایسی خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ چونکہ وہ جانتے ہیں کہ مخالف کی کتاب ہر ایک کے پاس تو ہوگی نہیں۔ پس جو کوئی ہماری تحریر دیکھے گا وہ لٹو ہو رہے گا۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جتنے ہمارے مریدین ہیں خیریت سے اُن کو اتنی توجہ ہی نہیں کہ کسی غیر کی سچی بات کو بھی سُن سکیں۔ اس لئے اگر کوئی مخالف اُن کو اصل عبارت دکھائے گا تو اُن کو اثر نہیں ہوگا۔ چنانچہ ہم نے اس کا خوب تجربہ کیا ہے۔ کہ عوام کا لانعام تو کیا اچھے پڑھے لکھے مولوی صاحبوں اور باپوں سے کہا کہ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ مولوی صاحبان کی تصنیفات سے دکھا دو۔ دونوں مرحوموں کی کتابیں اُن کے سامنے رکھ دیں۔ کتابوں کو ادھر ادھر اُلٹ کر کچھ بڑا کر چلتے بنے۔

لطیفہ :- ایک روز میرے پاس دو مرزائی آئے اور مرزا صاحب کی تعریفات میں رطب اللسان ہونے لگے۔ میں نے کہا خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ”تنزل علی کل افاک اثم“ یعنی جھوٹ بولنے والے الہام ربانی کے مخاطب نہیں ہو سکتے۔ بلکہ شیطان کے ہوتے ہیں“ اس آیت سے ایک عام اصول ملتا ہے کہ ملہم اگر جھوٹ بولتا ہے تو وہ ہرگز ملہم ربانی نہیں ہے خواہ وہ کچھ ہی دکھائے۔ ہم دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب جھوٹ بولتے ہیں۔ مرزا صاحب نے (اعجاز احمدی ص ۲۳۔ خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۲ پر) میری نسبت لکھا ہے:

”مولوی ثناء اللہ دو دو آنہ کے لئے در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا

قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گزارہ ہے۔“

حالانکہ نہ میں نے کبھی کفن لیا نہ وعظ گوئی پر میرا گزارہ ہے نہ وعظ گوئی میرا پیشہ۔ امر ترس اور پھر بیرونجات کے دوست و دشمن شہادت دے سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں کسی مسجد کا امام بھی نہیں پھر جو میری نسبت لکھا کہ دو پیسے کے کفن اور دو آنے کے وعظ پر گزارہ کرتا ہے جھوٹ نہیں تو کیا ہے؟ بتاؤ۔ مگر افسوس کہ میری تقریر ان پر یوں معلوم ہوتی تھی۔ گویا گرم لوہے پر پانی کا چھینٹنا ہے کہ ٹھہرتا ہی نہیں۔ کیوں اس لئے کہ اُن کا خیال ہے۔

پھرے زمانہ پھرے آسماں ہوا پھر جائے

توں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جائے

اب ہم ایک مثال اس امر کی دیتے ہیں کہ مرزا صاحب جس طرح مطلب برآری کے لئے مخالف کے کلام کو بگاڑ دیتے ہیں۔ آڑے وقت پر اپنے حق میں بھی اسی ہتھیار سے کام لیا کرتے ہیں۔ یعنی اپنے کلام کو بھی مروڑ توڑ کر ٹیڑھا سیدھا کر دیتے ہیں۔ کیوں نہ ہو بازی بازی

بارئش بابا بازی۔ آپ نے پادری آتھم کی بابت لکھا تھا:

”۱۵ ماہ تک ہادیہ میں گرایا جائے گا۔“ (جنگ مقدس ص ۲۱۰۔ خزائن ج ۶ ص ۲۹۲)

مگر باوجود اس تصریح اور تحدید پندرہ ماہ کے اس سیدھی تحریر پر بھی مرزا صاحب نے اپنا دست شفقت یوں صاف کیا کہ اس کا مطلب یوں لکھتے ہیں:

”میں نے ڈپٹی آتھم کے مباحثہ میں قریباً ساٹھ آدمیوں کے رو برو یہ کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے گا۔“

(الربعین نمبر ۳ ص ۱۱۔ خزائن ج ۱ ص ۳۹۷)

یہی عبارت کئی ایک جگہ لکھی ہے۔

مرزا سیو! خدا را اتنا تو سوچو کہ اس عبارت میں مرزا صاحب نے جو دعویٰ کیا ہے کہ ”یہ کہا تھا“ اس ”کہا تھا“ کا لفظ غور سے دیکھو۔ پھر اصل مقام پر الفاظ پڑھو۔ دہلی اور دیگر مقامات کے اہل زبان اور اردو دان مرزائی دوستو! ان دونوں عبارتوں کا مقابلہ کر کے دیکھو اور ”کہا تھا“ کا مضمون سمجھ کر بتاؤ کہ کرشن جی نے یہی کہا تھا جو اس عبارت میں دعویٰ کیا ہے۔ خدا را اصل مقام کو جنگ مقدس ص ۲۱۰ سے نکال کر سامنے رکھو اور اس عبارت کو بھی دیکھو۔ پھر بتاؤ کہ جھوٹ کے سر سینگ ہوتے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس مقابلہ میں تم سمجھ جاؤ گے۔

جھوٹ کوچ کر دکھانا کوئی کوئی اُن سے سیکھ جائے

اور اگر تم ان دونوں مقاموں کا مطلب ایک ہی سمجھو تو ہمیں یقین نہیں کہ تم کچھ بھی سمجھ سکو۔ فَصَالِ هُوَ لِآءِ الْقَوْمِ لَا يَكْفُؤُونَ بِنَفْقَهُونَ حَدِيثًا .

اب ہم تم سے ایک سوال کرتے ہیں کہ اگر آتھم والی پیشگوئی کا یہی مطلب تھا کہ جھوٹا مچے کی زندگی میں مر جائے گا اور اُس کی میعاد پندرہ ماہ کوئی نہ تھی۔ تو پندرہ ماہ کے ختم ہونے پر تم لوگوں پر حشر کیوں قائم ہوا تھا۔ کیوں سجدی لودھیانوی مرحوم نے مرزا صاحب کو لکھا تھا کہ:

غضب تھی تجھ پہ شکر چھٹی ستمبر کی

نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

کیوں مرزا صاحب نے اُس وقت یہ عذر نہ کیا کہ ابھی تو میں زندہ ہوں۔ پھر پیشگوئی کا کذب کیسے؟ کیوں نہ یہ کہا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ میری زندگی میں مرے گا۔ جب تک میں زندہ ہوں پیشگوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ کیوں یہ عذر نہ کیا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ آتھم دل سے رجوع کر گیا۔ جس کی تفسیر بھی خیریت سے یہ کی کہ دل میں ڈر گیا۔ پھر اس ڈرنے کے یہ معنی بتائے کہ امر تر

سے فیروز پور جا رہا۔ وہ سبحان اللہ! ”کوہ کندن و کاہ بر آوردن“ اسے ہی کہتے ہیں۔

ان تمثیلات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرسید احمد خاں مذہبی اعتقادات کے لحاظ سے خواہ کچھ ہی ہوں۔ فن تصنیف میں وہ امانت دار اور دیانتدار تھے بخلاف اس کے مرزا صاحب قادیانی مذہبی اعتقادات سے قطع نظر فن تصنیف میں بھی اعلیٰ درجہ کے خائن تھے۔

مخالف کے کلام کو صحیح نقل نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بوقت ضرورت اپنے کلام کو بھی بگاڑ دیتے تھے۔ اُن کی غرض یہ نہیں ہوتی تھی کہ ناظرین کو صحیح صحیح واقعات سنائیں اور پہنچائیں بلکہ ان کی غرض صرف خود غرضی ہوتی تھی۔ سو جس طرح سے بن پڑے حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ناظرین اس بحث میں نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریر میں کوئی واقعہ دیکھیں تو جب تک تحقیق نہ ہو تصدیق کرنے کے قابل نہیں۔

مرزا یو! یہ نہ سمجھو کہ اس تحریر کا لکھنے والا کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ لکھا کیا ہے۔ پس ان واقعات کو غور سے دیکھو اور نتیجہ پاؤ۔

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

اس ساری تحریر کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہ کہ جب مرزا صاحب واقعات صحیحہ میں کذب بیانی کرتے تھے تو اُن کی نبوت اور رسالت کا کیا حکم ہے۔ یہ کہ۔

رسول قادیانی کی رسالت

بطلت ہے بطلت ہے بطلت

(مرقع قادیانی۔ ماہ اگست ۱۹۰۷ء)

☆.....

مرزا صاحب کے الہامات کی کیفیت

ہم کئی ایک دفعہ اس مشکل مسئلہ کو حل کر کے مرزا صاحب کے مخالفین کا منہ بند کر چکے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو الہام نہیں ہوتے۔ ہم مانتے ہیں کہ ہوتے ہیں مگر کس کیفیت سے؟ اس کیفیت سے کہ آپ کو جس بات کا خیال لگا رہتا ہے اُس کی نسبت جو ایک واہمہ گزرتا ہے وہ الہام ہے۔ یہ اور بات ہے کہ دوسرے لوگ اُس کو خیال خام یا ملی کوچھوڑوں کا خواب کہیں۔ مگر (لا

مناقشہ فی الاصطلاح) اصطلاح پر اعتراض نہیں۔ مرزا صاحب کی اصطلاح میں یہی الہام ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال سنئے۔ قادیانی اخباروں نے ایک نئی بے پرکی اڑائی ہے۔ لکھتے ہیں:

”۳ جولائی ۱۹۰۷ء کی صبح کو حضرت ام المومنین (زوجہ مرزا) بمعہ صاحبزادگان و دیگر اہلیت و اقارب و خدام و اہلیت حضرت مولوی نور الدین صاحب قریباً اٹھارہ کس بھر اسی حضرت میر ناصر نواب صاحب (خسر مرزا) پانچ چھ روز کے واسطے بغرض تبدیلی ہوالا ہور کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس قافلہ کی روانگی سے تین چار روز پہلے عاجز راقم (ایڈیٹر بدر) نے اسٹیشن ماسٹر بنالہ کو ایک خط لکھا تھا کہ اس قافلہ کے واسطے ایک درمیانہ درجہ کی گاڑی کے چند خانے ریزرو کئے جائیں تاکہ ضرورت ہو تو الگ گاڑی منگوالی جائے۔ وہ خط ایک خاص آدمی کے ہاتھ روانہ کیا گیا تھا۔ اور اُس میں تاریخ اور وقت سب لکھا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے مطابق ۳ جولائی کی صبح کو یہاں سے روانگی ہوئی۔ اسی روز بعد نماز عصر حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا صاحب) نے مسجد مبارک میں حضرت مولوی نور الدین صاحب کو خاص طور پر مخاطب کیا جبکہ عاجز راقم بھی پاس ہی کھڑا تھا۔ اور فرمایا کہ ”آج دو بجے دن کے مجھے خیال آیا کہ ہمارے گھر کے آدمی اب شاید امرتسر پہنچ گئے ہوں گے اور یہ بھی خیال تھا کہ امن امان سے لاہور پہنچ جائیں۔ تب اس خیال کے ساتھ ہی کچھ غنودگی ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ خود کی دال (جو رنج اور ناخوشی پر دلالت کرتی ہے) میرے سامنے پڑی ہے اور اس میں کشمش کے دانے قریباً اسی قدر ہیں اور میں اس میں سے کشمش کے دانے کھا رہا ہوں اور میرے دل میں خیال گذر رہا ہے کہ یہ اُن کی حالت کا نمونہ ہے۔ اور دال سے مراد کچھ رنج اور ناخوشی ہے کہ سفر میں اُن کو پیش آئی ہے یا آنے والی ہے۔ پھر اسی حالت میں میری طبیعت الہام الہی کی طرف منتقل ہوگئی اور اس بارے میں الہام ہوا ”خیسر لہم۔ خیسر لہم“ یعنی ان کے لئے بہتر ہے اُن کے لئے بہتر ہے۔ بعد اس کے اسی نظارہ خواب میں چند پیسے دیکھے کہ وہ اور تشویش پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ چنے کی دال بھی ایک ناگوار اور رنج کے امر پر دلالت کرتی ہے۔“ فقط۔

یہ الہام اور خواب سنا کر حضرت اقدس (مرزا صاحب) حسب معمول اندر تشریف لے گئے اور اس کے سننے میں اس وقت تمام جماعت جو نماز کے لئے آئی ہوئی تھی شامل تھی۔ خلیفہ رشید الدین صاحب شیخ علی محمد صاحب سوداگر جموں وغیرہ بہت سے دوست تھے۔ حضرت اقدس کے اندر جانے کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب نے دوبارہ سہ بارہ اُسی مسجد میں پھر یہ سب لوگوں کو اسی وقت سنایا۔ کیونکہ بعض لوگ جو دور تھے انہوں نے حضرت کی آواز اچھی طرح نہ

سنی تھی۔ غرض اس الہام اور خواب کی جب اچھی طرح اشاعت ہو گئی تو قریب شام کے اپنا ایک آدمی جو سب قافلہ کوریل پر سوار کر کے واپس آیا تھا اس کی زبانی معلوم ہوا کہ عین دوپہر کی گرمی میں ریل کے اندر مسافروں کی کشاکش سے بچنے کے واسطے جو انتظام ریزرو کا کیا گیا تھا وہ نہ ہو سکا کیونکہ لاہور سے کوئی الگ گاڑی اس مطلب کے واسطے نہ پہنچ سکی تھی۔ اور اس سبب سے تشویش ہوئی۔ اس طرح خواب کا حصہ پورا ہوا۔ مگر پھر بھی بموجب بشارت الہام کے خیریت رہی اور معمولی گاڑی میں آرام سے بیٹھ کر چلے گئے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ خواب اور الہام تو ایک طرح پورا ہو گیا ہے مگر ایک خیال مجھے باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ چیزیں جو رنج اور ناخوشی پر دلالت کرتی ہیں وہ دوبارہ دکھلائی گئی ہیں۔ یعنی اول چنے کی دال دکھلائی گئی اور پھر چند پیسے دکھلائے گئے۔ ایسا ہی الہام بھی دو دفعہ ہوا کہ ”خیر لہم۔ خیر لہم“ اس لئے دل میں ایک یہ خیال ہے کہ خدا نخواستہ کوئی اور امر مکروہ پیش نہ آیا ہو۔ جس کے لئے دو دفعہ دو ایسی چیزیں دکھلائی گئیں کہ علم تعبیر کی رو سے رنج اور تشویش پر دلالت کرتی ہیں اور ایسا ہی اُن سے محفوظ رکھنے کے لئے دو دفعہ یہ الہام ہوا کہ ”خیر لہم۔ خیر لہم“۔ یہ میرا خیال ہے خدا تعالیٰ ہر ایک رنج سے محفوظ رکھے۔ آمین“

(بدرج ۶ نمبر ۲۸ ص ۴۔ ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء۔ تذکرہ ص ۲۱، ۲۲ طبع ۳)

اس ساری تقریر کو بغور پڑھنے سے مرزا صاحب کی وحی کی حقیقت صاف کھل جاتی ہے کہ آپ اُن خیالات کا نام الہام اور وحی تجویز فرماتے ہیں جو عموماً تفکر کے موقع پر ہر ایک انسان کو سوچھا کرتے ہیں۔ بس اب تو کوئی وجہ نہیں کہ کوئی مولوی عالم مرزا صاحب کے ایسے الہامات کی تکذیب کرے۔ ہر کہ شک آرد..... گرو۔



مرزا قادیانی کی تحریروں میں اختلاف

نبوت کے متعلق :- (۱) دیکھو (آسمانی فیصلہ ص ۳۔ خزائن ج ۴ ص ۳۱۳) میں مرزا غلام احمد تحریر کرتے ہیں:

”میں نبوت کا مدعی نہیں ہوں۔ بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“

اور پھر دیکھو (ازالہ اوہام ص ۵۳۳۔ خزائن ج ۳ ص ۳۸۶) میں لکھتے ہیں:

”خداے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔“

اے مرزا نیو! اسلام سے خارج کون ہوا؟ خود بدولت ہیں یا کوئی اور؟

(۲) دیکھو (ازالہ اوہام ص ۷۸۔ خزائن ج ۳ ص ۱۸۵) میں تحریر کرتے ہیں:

”من یتسم رسول و نیا و درده ام کتاب“

اور پھر دیکھو (دافع البلاء ص ۱۱۔ خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱) میں لکھتے ہیں:

”سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا“

(۳) (ازالہ اوہام ص ۷۶۔ خزائن ج ۳ ص ۵۱۱) میں تحریر کرتے ہیں:

’قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا

رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے۔ اور باب نزول

جبرائیل۔ پھر ایہ وحی رسالت مسدود ہے۔“

اور پھر دیکھو (اخبار الحکم جلد ۵ نمبر ۸ ص ۹ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۰۱ء) میں لکھتے ہیں:

”خداے رحیم و قدوس نے مجھے وحی کی ”انی انا الرحمن دافع الاذی“

اور پھر وحی ہوئی ”انی لا ینخاف لدی المرسلون“ (تذکرہ ص ۳۰۶ طبع ۳)

اے مرزا نیو! اب نیا سلسلہ وحی کا کون جاری کر رہا ہے۔ خود بدولت یا کوئی اور؟

(۴) اور دیکھو (آسمانی فیصلہ ص ۲۵۔ خزائن ج ۲ ص ۳۳۵) میں مرزا غلام احمد تحریر کرتے ہیں:

”اے لوگو دشمن قرآن مت بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ

جاری نہ کرو اُس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کیے جاؤ گے۔“

اور دیکھو (دافع البلاء ص ۵۔ خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۵) میں وہی مرزا صاحب لکھتے ہیں:

”خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پرنازل ہوئی اُس کی عبارت یہ ہے ”ان اللہ

لا یغیر ما بقوم حتی ینظروا ما بانفسہم انه اونی القریة“ یعنی خدا نے

ارادہ فرمایا کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ اُن خیالات

کو دور نہ کر لیں جو اُن کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو

مان نہ لیں۔“

مرزا نیو! تمہیں ایمان سے کہو کہ اپنے قول کے خلاف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی اور نبوت کا

نیا سلسلہ کون جاری کر رہا ہے اور خدا سے کون بے خوف ہو رہا ہے؟؟

”کشتی نوح“ میں مرزا غلام احمد کے چار جھوٹ

(کشتی نوح ص ۵۔ خزائن ج ۱۹ ص ۵) میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

”اور یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں۔“

اسی صفحہ کے حاشیہ پر (خزائن ج ۱۹ ص ۵) میں لکھتے ہیں:

”مسیح موعود کے وقت طاعون کا پڑنا بائبل کی کتابوں میں موجود ہے۔“

ذکر یاباب ۱۴ آیت ۱۱۲۵ انجیل متی باب ۲۳ آیت ۸۔ مکاشفات ۸/۲۲ پہلا جھوٹ:- قرآن شریف میں یہ کسی جگہ نہیں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی اگر کوئی مرزائی قرآن شریف میں سے دکھادے تو مرزا صاحب کا کہنا سچا اور نہ کہنا چاہئے ”لعنت اللہ علی الکاذبین“

دوسرا جھوٹ:- کتاب ذکر یابی کے باب ۱۴ آیت ۱۲ میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ بلکہ اُس میں تو ان لوگوں پر مری پڑنے کا ذکر ہے جو یروخلم پر چڑھ آئیں گے۔ ہو ہذا:

”اور وہ مری کہ جس سے خداوند ساری قوموں کو جوڑنے کو یروخلم پر چڑھ آویں مارے گا۔ سو یہ اُن کا گوشت جس وقت دے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے فنا ہو جائے گا۔“

(ذکر یاباب ۱۴۔ آیت ۱۲)

ڈبل جھوٹ:- انجیل متی باب ۲۳ آیت ۸ میں یہ نہیں لکھا کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ بلکہ اس کے برعکس اُس میں لکھا ہے کہ جب جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی آئیں گے تب مری پڑے گی اور بھونچال آویں گے۔ دیکھو غور سے دیکھو انجیل متی باب ۲۳۔ آیت ۳

”جب وہ زیتون کے پہاڑوں پر بیٹھا تھا۔ اس کے شاگرد الگ اُس کے پاس آئے اور بولے کہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور دنیا کے آخر کا نشان کیا ہے۔ (۴) اور یسوع نے جواب دے کے انہیں کہا خبردار ہوؤ کہ کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے۔ (۵) کیونکہ بہتیرے میرے نام

پر آویں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ کریں گے (۶) اور پھر تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے خبردار گھبراؤ مت۔ کیونکہ ان سب باتوں کا واقع ہونا ضروری ہے۔ پر اب تک آخر نہیں ہے۔ (۷) کیونکہ قوم قوم پر اور بادشاہت بادشاہت پر چڑھیں گے۔ اور کال اور دبا میں اور جگہ جگہ زلزلے ہوں گے (۸) پھر یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہیں۔ متی باب ۲۴۔ آیت ۲۳۔ تب اگر کوئی کہے دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں تو یقین مت لاؤ۔ (۲۳) کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی انھیں گے اور بڑے نشان اور کراتیں دکھادیں گے۔ یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔ (۲۵) دیکھو میں تمہیں پہلے سے کہہ چکا ہوں۔ (۲۶) پس اگر وہ تمہیں کہیں دیکھو وہ جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھڑی میں ہے تو مت باور کرو۔ (۲۷) کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندھتی اور پچھتم تک چمکتی ہے ویسے ہی انسان کے بیٹے کا آنا ہوگا۔“

اے مرزا سیو! ایمان سے کہو کہ انجیل متی میں طاعون اور زلزلوں کا ہونا مسیح موعود صادق کی علامت ہے یا مسیح کاذب کی؟

چوتھا جھوٹ:- مکاشفات یوحنا باب ۲۲۔ آیت ۸ میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ دیکھو باب ۲۲، آیت ۸:

”اور مجھ یوحنا نے ان چیزوں کو دیکھا اور سنا۔ اور جب میں نے دیکھا اور سنا تھا

تب اُس فرشتے کے پاؤں پر جس نے مجھے یہ چیزیں دکھائیں مجھ کو کہنے کو گرا۔“

اے مرزا سیو! تمہیں خدا سے ڈر کر سچ ہی کہو کہ طاعون اور زلزلے مسیح موعود کی علامات ہیں یا مسیح کاذب کی؟ کیا تم میں سے کوئی حق کا طالب یا راست گویا صاحب تحقیق بھی ہے یا سب اندھوں کی طرح ہیں کہ جو کچھ مرزا صاحب نے لکھ دیا یا جو کہہ دیا ہے وہی سچ ہے۔

افسوس ہے ایسے شخصوں کی عقل اور حالت پر جو حق اور باطل میں دیدہ دانستہ تمیز نہیں کرتے۔ اور ڈبل افسوس ہے ایسے لوگوں کی دلیری پر جو دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے جھوٹ تحریر کریں۔ جیسے کہ مرزا صاحب نے کشتی نوح میں لکھ دیا کہ قرآن شریف میں اور ذکر کیا نبی کی کتاب ۱۲/۱۳ میں اور انجیل متی ۲۳/۸ میں اور مکاشفات یوحنا ۲۲/۸ میں لکھا ہے کہ مسیح کے وقت میں طاعون پڑے گی۔ حالانکہ کسی میں ایسا نہیں لکھا۔ بلکہ انجیل متی میں تو یہ صاف لکھا ہوا ہے کہ جب جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی انھیں گے تب طاعون پڑے گی اور زلزلے آویں گے۔ پس بشہادت انجیل متی صاف صاف آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر ہو رہا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی باطلہ کے باعث طاعون پڑی اور زلزلے آئے ہیں۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو
اب آگے جاہو تم مانو نہ مانو

☆.....

چیتستان مرزا قادیان اور اُس کے حل کرنے پر مرزا صاحب کو

پانسوروپہ انعام

آج ہم یہ مضمون انعامی ۱۔ ”چیتستان مرزا“ لکھتے ہیں اور مرزا صاحب کو ایک مہینے کی مہلت دیتے ہیں۔ پس ہمارے مرزائی دوست جو مدتوں سے ہم پر خفا ہیں۔ اس چیتستان مرزا کو حل کرا کر ہم سے اپنی کشیدگی کا نعم البدل (مبلغ پانسو) پائیں۔ پس اب غور سے سنتے جائیں۔
لو جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی
مرزا صاحب ازالہ اوہام میں علامات مسیح کے شمار میں لکھتے ہیں:

”از آجملہ ایک یہ کہ ضرور تھا کہ آنے والا ابن مریم الف ششم ۲ کے آخر میں پیدا ہوتا کیونکہ ظلمت عامہ اور تامہ کے عام طور پر پھیلنے کی وجہ سے اور حقیقت انسانیہ پر ایک فنا طاری ہونے کے باعث سے وہ روحانی طور پر ابوالبشر یعنی آدم کی صورت پر پیدا ہونے والا ہے۔ اور بڑے علامات اور نشان اُس کے وقت ظہور کے انجیل اور فرقان میں یہ لکھے ہیں کہ اُس سے پہلے عالم کون میں روحانی طور پر ایک فساد پیدا ہو جائے گا۔ آسمانی نور کی جگہ دُخان لے لے گا اور ایک عالم پر دُخان کی تاریکی چھا جائے گی۔ ستارے گر جائیں گے زمین پر ایک سخت زلزلہ آجائے گا۔ مرد جو حقیقت کے طالب ہوتے ہیں تھوڑے رہ جائیں گے اور دنیا میں کثرت سے عورتیں پھیل جائیں گی یعنی سفلی لذات کے طالب بہت ہو جائیں گے۔ جو سفلی خزانوں اور دفائن کو زمین سے باہر نکالیں گے مگر آسمانی خزانوں سے بے بہرہ ہو جائیں گے۔ تب وہ آدم جس کا دوسرا نام ابن مریم بھی ہے بغیر وسیلہ ہاتھوں کے پیدا کیا جائے گا۔ اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کرتا ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے اوردت ان استخلف فخلقت ادم میں نے ارادہ کیا

۱۔ یہ مضمون ماہ دسمبر ۱۹۰۷ء کے مرقع میں نکلا تھا۔ ۲ یعنی چھ ہزار۔

کہ اپنا خلیفہ بناؤں سو میں نے آدم کو پیدا کیا۔ آدم اور ابن مریم درحقیقت ایک ہی مفہوم پر مشتمل ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ آدم کا لفظ قحط الرجال کے موقع پر ایک دلالت تامہ رکھتا ہے اور ابن مریم کا لفظ دلالت ناقصہ۔ مگر دونوں لفظوں کے استعمال سے حضرت باری کا مدعا اور مراد ایک ہی ہے۔ اسی کی طرف اس الہام کا بھی اشارہ ہے جو براہین میں درج ہے اور وہ یہ ہے: ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنہما کنت کنزا مخفیا فاجبت ان اعرف یعنی زمین و آسمان بند تھے اور حقائق و معارف پوشیدہ ہو گئے تھے سو ہم نے ان کو اس شخص کے بھیجنے سے کھول دیا۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا سو میں نے چاہا کہ شناخت کیا جاؤں۔ اب جبکہ اس تمام تقریر سے ظاہر ہوا کہ ضرور ہے کہ آخر الخلفاء آدم کے نام پر آتا اور ظاہر ہے کہ آدم کے ظہور کے وقت دور ششم کے قریب عصر ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور تورات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک منصف کو ماننا پڑے گا کہ وہ آدم اور ابن مریم ہی عاجز ہے۔“

(ازالہ ص ۶۹۳-۶۹۵ خزائن ج ۳ ص ۴۷۴-۴۷۵)

اس عبارت کا خلاصہ دو حرفہ ہے کہ مرزا صاحب دنیا کی عمر کے چھٹے ہزار کے خاتمہ کے قریب آنے کے مدعی ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ دنیا کی عمر کے بابت مرزا صاحب نے کیا لکھا ہے۔ شکر ہے کہ اس بات کا جواب مرزا صاحب کے ازالہ ہی سے ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ قرآن کریم کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں ان کا نام و نشان نہیں پایا جاتا مثلاً یہ جو اس عاجز پر کھلا ہے کہ ابتدائے خلقت آدم سے جس قدر آں حضرت ﷺ کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورۃ العصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس (۴۷۴۰)۔ اب بتاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ جس میں قرآن کریم کا اعجاز نمایاں ہے کس تفسیر میں لکھے ہیں۔“ (سبحان اللہ جل جلالہ) (ازالہ ص ۳۱۱-۳۱۲ خزائن ج ۳ ص ۲۵۸-۲۵۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کی عمر (بقول مرزا

صاحب) چار ہزار سات سو چالیس سال تھی۔ بہت خوب۔ اچھا ان چالیس میں تیرہ (۱۳) سال اقامت مکہ کے ملائے جائیں جو قبل از ہجرت تھے۔ تو چار ہزار سات سو تیرہ (۴۷۴۰) سال ہوئے۔ چھ ہزار پورے کرنے کے لئے ان میں بارہ سو پینتالیس سال ملانے کی ضرورت ہے۔ پس سنہ بارہ سو پینتالیس ہجری کو دنیا کی عمر (بقول مرزا جی) چھ ہزار پوری ہو گئی۔ جس کو آج

۱۳۲۵ھ میں اٹھتر سال ہوئے ہیں۔ بہت خوب۔

آئیے اب ہم اس مرحلے کو بھی طے کریں کہ مرزا صاحب کس سنہ میں مامور یا رسول ہو کر تشریف لائے ہیں۔ آپ اپنے ازالہ میں خود ہی اس سوال کا جواب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ”لطیفہ:- چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو آلایت بعد الماتین ہے ایک یہ بھی منشاء ہے کہ تیرہویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد و حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ سیکھ سچ ہے جو تیرہویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی۔ اس نام کے عدد پورے تیرہ سو (۱۳۰۰) ہیں۔ اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا غلام احمد نام نہیں۔ بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔ اور اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادت اللہ جاری ہے کہ وہ بعض اسرار اعداد و حروف تجہی میں میرے پر ظاہر کر دیتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے آدم کے سنہ پیدائش کی طرف توجہ کی تو مجھے اشارہ کیا گیا کہ ان اعداد پر نظر ڈال جو سورہ العصر کے حروف میں ہیں کہ انہی میں سے وہ تاریخ نکلتی ہے۔“

(ازالہ ص ۱۸۵ تا ۱۸۶ خزائن ج ۳ ص ۱۸۹ تا ۱۹۰)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ۱۳۰۰ھ خاتمہ پر تشریف لاویں تو صاف ثابت ہوا کہ آپ چھٹے ہزار کو جو بارہ سو پینتالیس ہجری میں پورا ہو چکا تھا ختم کر کے ساتویں ہزار کے شروع سے تریس سال بعد آئے ہیں۔ بہت خوب۔ چنانچہ یہی مضمون کھلے لفظوں میں آپ کو تسلیم ہے۔ آپ رسالہ ”دافع البلاء“ میں لکھتے ہیں:

”طاعون جو ملک میں پھیل رہی ہے کسی اور سبب سے نہیں بلکہ ایک سبب سے ہے وہ یہ کہ لوگوں نے خدا کے اس موعود کے ماننے سے انکار کیا جو تمام نبیوں کی پیشگوئیوں کے موافق دنیا کے ساتویں ہزار میں ظاہر ہوئے۔“

(دافع البلاء ص ۱۲ خزائن ج ۱۸ ص ۱۳۲)

اس عبارت میں مرزا جی نے صاف صاف اور کھلے لفظوں میں تسلیم بلکہ تبلیغ کیا ہے کہ میں ساتویں ہزار میں آیا ہوں حالانکہ آپ کو ۱۱۰۰ھ میں آنا چاہئے تھا۔ کیونکہ عصر کے بعد بھی تو دن کا کچھ حصہ ہوتا ہے جو سارے دن کے پانچویں حصے سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ سارا دن جب ایک ہزار سال کا ہو تو پانچواں حصہ دو سو سال کا ہوگا۔ پس آپ کو ۱۱۰۰ھ ہجری کے نصف میں آنا

چاہئے تھا۔ مگر آپ بہت لیٹ ہو کر پورے ۱۳۰۰ ہجری کے خاتمہ پر تشریف لائے یہاں تک کہ
ٹرین بھی چلی گئی۔ یہی لیٹ آپ کی عدم صداقت کی دلیل ہے۔

لطیفہ:- مرزا صاحب کی چالاکی اور ہشیاری کی توہم داد دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے۔

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

آپ نے دیکھا کہ صرف غلام احمد کے اعداد (۱۱۲۴) ہوتے ہیں۔ یہ تو بہت کم ہیں۔
اس لئے جھٹ سے اپنے نام میں اپنے قصبہ کی نسبت کو بھی داخل کر کے پورا نام غلام احمد قادیانی
بنایا۔ پھر کس لطافت سے لکھتے ہیں کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا
نام نہیں۔ واہ سبحان اللہ ایسا سچا الہام کہ نام میں مقامی نسبت کو بھی داخل کر کے کھچڑی بنایا گیا ہے۔
ایسے الہام کو کون جھوٹا کہے۔ مگر تو بھی لوگ ایسے کے ویسے ہیں کہ ایسے الہام پر بھی ایمان نہیں
لاتے۔ سچ ہے۔

ایں کرامت دلی ماچہ عجب

گر بہ شاشید و گفت باراں شد

☆.....

چستان مرزا نمبر ۲

آدم ثانی

ہمارے مرزا صاحب کو جو باریک باریک نکات سوچتے تھے شاید ہی کسی کو سوچتے ہوں
گے۔ ماشاء اللہ آپ کی ذہانت اُس مشہور ذہن سے بھی بڑی ہوئی ہے جس نے تیلی کا کوہلو دیکھ کر
بہت غور و فکر کے بعد یہ نتیجہ نکالا تھا کہ یہ آسمانی لوگوں کی سرمہ دانی ہے۔ واہ سبحان اللہ یہ کیا کمال
تھا۔ ہمارے مرزا جی میں اس سے بھی زیادہ کمالات ہیں آپ خیر سے کل انبیاء علیہم السلام کے ہم
نام اور ہم رتبہ ہیں۔ بلکہ کل انبیاء کے اوصاف کمال کے جامع۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ راشد حکیم
نور الدین صاحب لکھتے ہیں:

”میں نے اس مضمون کو قبل از عشاء حضرت امام ہمام خلیفۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کی

خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ان اعتراضوں کی اصل ہے معجزات و خوارق کا انکار۔ یہ لوگ اسی ایک مد میں اُن ہزاروں معجزات کو شامل کرتے ہیں جو ہمارے نبی کریم ﷺ سے ظہور میں آئے اور یہ لوگ اور ان کے دل و دماغ کے نیچری بھی بد قسمتی سے اسی قسم کے اعتراضوں یا وسوسوں میں مبتلا ہیں۔ اور جہاں کسی معجزہ کا ذکر ہوا اُس کو ہنسی اور ٹھنھے میں اڑا دیا۔ اس وقت مناسب یہ ہے کہ ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب بڑی قوت اور تضحی سے دیا جائے۔ کہ جس قدر معجزات اور خوارق انبیاء علیہم السلام کے اور ہمارے نبی کریم ﷺ کے قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ اُن سب کے صدق اور حقیقت کے ثابت کرنے کے لئے آج اس زمانہ میں ایک شخص موجود ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ اُسے وہ تمام طاقتیں کامل طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو ملی تھیں۔ جو عجائبات خدائے تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے ہاتھ پر منکروں کو دکھائے وہی عجائبات زندہ اور قادر خدا آج اُس کے ہاتھوں پر دکھانے کو موجود اور تیار ہے۔ کوئی ہے جو آ زمائش کے لئے قدم اٹھائے۔“

(نور الدین ص ۱۲۰)

حضرت عیسیٰ سے تو آپ کو مشابہت کا دیرینہ دعویٰ ہے۔ مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آپ باوا آدم بھی ہیں یعنی آپ کا نام ملاء اعلیٰ میں آدم ثانی بھی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنا آدم ثانی ہونا بڑے شدد و مد سے ثابت کیا ہے غور سے سنئے آپ فرماتے ہیں:

”سو یہ زمانہ جو آخر الزمان ہے اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو حضرت آدم علیہ السلام کے قدم پر پیدا کیا جو یہی راقم ہے۔ اور اس کا نام بھی آدم رکھا جیسا کہ مندرجہ بالا الہامات سے ظاہر ہے اور پہلے آدم کی طرح خدا نے اس آدم کو بھی زمین کے حقیقی انسانوں سے خالی ہونے کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں جلائی اور جمالی سے پیدا کر کے اُس میں اپنی روح پھونکی۔ کیونکہ دنیا میں کوئی روحانی انسان موجود نہ تھا جس سے یہ آدم روحانی تولد پاتا۔ اس لئے خدا نے خود روحانی باپ بن کر اس آدم کو پیدا کیا اور ظاہری پیدائش کی رو سے اسی طرح نر اور مادہ پیدا کیا جس طرح کہ پہلا آدم پیدا کیا تھا۔ یعنی اُس نے مجھے بھی جو آخری آدم ہوں جوڑا پیدا کیا۔ جیسا کہ الہام ”یا ادم اسکن انت وزوجک الجنة“ میں اس کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے اور بعض گذشتہ اکابر نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ وہ انتہائی آدم جو مہدی کامل اور خاتم ولایت عامہ ہے اپنی جسمانی خلقت کی رو سے جوڑا پیدا ہوگا یعنی آدم صفی اللہ کی طرح مذکور اور مؤنث کی صورت پر پیدا ہوگا اور خاتم اولاد ہوگا۔ کیونکہ آدم نوع انسان میں سے پہلا اولاد تھا۔ سو ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر بکمال و تمام دورہ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو

یعنی اُس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔

اب یاد رہے کہ اس بندہ حضرت احدیت کی پیدائش جسمانی اس پیشگوئی کے مطابق بھی ہوئی۔ یعنی میں ”تو اُم“ پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا اور یہ الہام کہ ”یا ادم اسکن انت و زوجک الجنة“ جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنت تھا اور یہ لڑکی صرف سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہو گئی تھی غرض چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام اور الہام میں مجھے آدم صلی اللہ سے مشابہت دی تو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس قانون قدرت کے مطابق جو مراتب وجود دوریہ میں حکیم مطلق کی طرف سے چلا آتا ہے مجھے آدم کی خواہر طبیعت اور واقعات کے مناسب حال پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ واقعات جو حضرت آدم پر گذرے منجملہ اُن کے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زوج کے طور پر تھی یعنی ایک مرد اور ایک عورت ساتھ تھی۔ اور اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا۔ میں ان کے لئے نہاتم الاولاد تھا۔ اور یہ میری پیدائش کی وہ طرز ہے جس کو بعض اہل کشف نے مہدی خاتم الولاہیت کی علامتوں میں سے لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ مہدی آخری جس کی وفات کے بعد اور کوئی مہدی پیدا نہیں ہوگا۔ خدا سے براہ راست ہدایت پائے گا۔ جس طرح آدم نے خدا سے ہدایت پائی تھی۔ اور وہ ان علوم و اسرار کا حامل ہوگا جن کا آدم خدا سے حاصل ہوا تھا۔ اور ظاہری مناسبت آدم سے اس کی یہ ہوگی کہ وہ بھی زوج کی صورت پر پیدا ہو گا۔ یعنی مذکر اور مؤنث دونوں پیدا ہوں گے۔ جس طرح آدم کی پیدائش تھی۔ ان کے ساتھ ایک مؤنث بھی پیدا ہوئی تھی۔ یعنی حضرت حوا علیہا السلام۔ اور خدا نے جیسا کہ ابتداء میں جوڑا پیدا کیا۔ مجھے بھی اس لئے جوڑہ پیدا کیا۔ کہ تا اولیت کو آخریت کے ساتھ مناسبت تام پیدا ہو جائے۔ یعنی چونکہ ہر ایک وجود سلسلہ بروزات میں ذورہ کرتا رہتا ہے۔ اور آخری بروز اس کا بہ نسبت درمیانی بروزات کے اتم اور اکمل ہوتا ہے۔ اس لئے حکمت الہیہ نے تقاضا کیا کہ وہ شخص جو آدم صلی اللہ کا آخری بروز ہے۔ وہ اس کے واقعات سے اشد مناسبت پیدا کرے۔ سو آدم کا ذاتی واقعہ یہ ہے کہ خدا نے آدم کے ساتھ جو کو بھی پیدا کیا سو یہی واقعہ بروز اتم کے مقام میں آخری آدم کو بھی پیش آیا

کہ اس کے ساتھ بھی ایک لڑکی پیدا کی گئی۔ اور اسی آخری آدم کا نام عیسیٰ بھی رکھا گیا۔ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ حضرت عیسیٰ کو بھی آدم صلی اللہ کے ساتھ ایک مشابہت تھی لیکن آخری آدم جو بروزی طور پر عیسیٰ بھی ہے۔ آدم صلی اللہ سے اشد مشابہت رکھتا ہے۔ کیونکہ آدم صلی اللہ کے لئے جس قدر بروزات کا دور ممکن تھا۔ وہ تمام مراتب بروزی وجود کے طے کر کے آخری آدم پیدا ہوا ہے۔ اور اس میں اتم اور اکمل بروزی حالت دکھائی گئی ہے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۵ میں میری نسبت ایک یہ خدا تعالیٰ کا کلام اور الہام ہے کہ خلق آدم فاکرمہ یعنی خدا نے آخری آدم کو پیدا کر کے پہلے آدموں پر ایک وجہ سے اس کو فضیلت بخشی۔ اس الہام اور کلام الہی کے یہی معنی ہیں کہ گو آدم صلی اللہ کے لئے کئی بروزات تھے۔ جن میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ لیکن یہ آخری بروز اکمل اور اتم ہے۔“ (تزیین القلوب ص ۱۵۶، ۱۵۷، خزائن ج ۱ ص ۳۷۶، ۳۸۱)

یہ ایسی پُر زور دلیل ہے۔ کہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ مگر افسوس ہے مخالفت نے مخالفوں کے دانت ایسے تیز کر رکھے ہیں کہ ایسی صاف اور سختہ تقریر پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت آدم اور حوا ”توأم“ (جوڑے) پیدا ہوئے تھے۔ یہ دعویٰ محض بے ثبوت ہی نہیں۔ بلکہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے۔ قرآن شریف میں صاف مذکور ہے ”خلق منها زوجھا“ (خدا نے آدم کی بیوی اُس میں سے یا اُس کی جنس سے پیدا کی) ان دونوں تو جیہوں کو تو الفاظ قرآنی برداشت کر سکتے ہیں۔ مگر آپ نے جو فرمایا ہے کہ آدم اور حوا ”توأم“ (جوڑے) پیدا ہوئے تھے۔ یہ محض گپ ہے۔ (مرزا یو! کیا کہتے ہو؟)

اسی ضمن میں مرزا صاحب نے حضرت شیخ اکبر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”اس پیشگوئی کو شیخ محی الدین ابن العربی نے نصوص الحکم میں نص شیث میں لکھا ہے اور دراصل یہ پیشگوئی نص آدم میں رکھنے کے لائق تھی مگر انہوں نے شیث کو ”الولد سرلابیہ“ کا مصداق سمجھ کر اسی نص میں اُس کو لکھ دیا ہے۔ ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس جگہ شیخ کی اصل عبارت نقل کر دیں اور وہ یہ ہے۔ وعلیٰ قدم شیث یکون آخر مولود یولد من هذا النوع الانسانی وهو حاصل اسرارہ ولس بعدہ ولد فی هذا النوع فهو خاتم الاولاد وتولد معه اخت له فتخرج قبله ویخرج بعدها یکون راسہ عند رجليها ویکون مولودہ بالصین ولغته لغت بلدہ ویسری العقم فی الرجال والنساء فیکثر النکاح

(تزیاق القلوب ص ۱۵۸۔ خزائن ج ۱۵ ص ۲۸۲)

مناسب ہے کہ اس عربی عبارت کا ترجمہ پہلے ہم ناظرین کو سنالیں تاکہ مرزا صاحب کی غلط بیانی اُن کو بخوبی ذہن نشین ہو سکے۔ ترجمہ یہ ہے:

”حضرت شیث کے طریق پر سب سے آخروں انسانوں کا ایک بچہ پیدا ہوگا اور وہ اُس کے اسرار کو لئے ہوئے ہوگا اور اس سے بعد نوح انسانی میں کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا۔ پس وہ نوح انسانی کے لئے خاتم الاولاد ہوگا اُس کے ساتھ اُس کی ایک ہمیشہ پیدا ہوگی جو اس سے پہلے نکلے گی اور وہ اُس سے بعد نکلے گا اُس لڑکے کا سراپا ہی ہمیشہ کی دونوں ٹانگوں میں ہوگا۔ اور اُس بچے کی ولادت چین میں ہوگی۔ اور اُس بچے کی زبان یعنی گفتگو اسی (چینی) زبان میں ہوگی۔ اُس بچے کے بعد مردوں اور عورتوں میں عقم یعنی بے اولادی عام ہو جائے گی۔ نکاح تو زیادہ ہوں گے مگر بغیر اولاد کے۔ وہ بچہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے گا مگر اُس کی سنی نہ جائے گی۔ (یعنی کوئی شخص اس کی ہدایت پر عمل نہ کرے گا۔)

اس کلام کا مطلب صاف ہے کہ قریب قیامت کے نوح انسان میں ایک بچہ چین کے ملک میں پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر چینی زبان میں چینوں کو وعظ کرے گا اُس سے بعد کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اب غور سے سنئے کرشن قادیانی اُس کو اپنے پر کس طرح لگاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

”یعنی کامل انسانوں میں سے آخری کامل ایک لڑکا ہوگا جو اصل مولد اس کا چین ہوگا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ قوم مغل اور ترک میں سے ہوگا اور ضروری ہے کہ عجم میں سے ہوگا نہ عرب میں سے۔ اور اس کو وہ علوم و اسرار دیئے جائیں گے جو شیث کو دیئے گئے تھے۔ اور اس کے بعد کوئی اور ولد نہ ہوگا اور وہ خاتم الاولاد ہوگا۔ یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ اور اس فقرہ کے یہ بھی معنی ہیں کہ وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا اور اُس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی جو اُس سے پہلے نکلے گی اور وہ اس کے بعد نکلے گا اُس کا سراپا اُس دختر کے پیروں سے ملا ہوگا یعنی دختر معمولی طریق سے پیدا ہوگی کہ پہلے سر نکلے گا اور پھر پیر اور اس کے پیروں کے بعد بلا توقف اُس پسر کا سر نکلے گا جیسا کہ میری ولادت اور میری توام ہمیشہ کی ظہور میں آئی۔ اور پھر بقیہ ترجمہ شیخ کی عبارت کا یہ ہے کہ اُس زمانہ میں مردوں اور عورتوں میں بانجھ کا عارضہ سرایت

کرے گا۔ نکاح بہت ہوگا یعنی لوگ مباشرت سے نہیں رکھیں گے مگر کوئی صالح بندہ پیدا نہیں ہوگا اور وہ زمانہ کے لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا مگر وہ قبول نہیں لے کریں گے اور اس عبارت کے شارح نے جو کچھ اس کی شرح میں لکھا ہے وہ یہ ہے: پہلا مولود جو آدم کو بخشا گیا وہ شیث ہے اور ایک لڑکی بھی تھی جو شیث کے ساتھ بعد اُس کے پیدا ہوئی پس خدا نے چاہا کہ وہ نسبت جو اول اور آخر میں ہوتی ہے وہ نوع انسان میں متحقق کرے اس لئے اُس نے ابتداء سے مقدر کر رکھا تھا کہ طرز ولادت پسر آخری پسر اول سے مشابہت رکھے پس پسر آخر جو خاتم الخلفاء تھا اور جو جب اس پیشگوئی کے جو شیخ نے اپنی کتاب عنقاء مغرب میں لکھی ہے وہ خاتم الخلفاء اور خاتم الاولیاء عجم میں سے پیدا ہونے والا تھا نہ عرب سے اور وہ حضرت شیث کے علوم کا حامل تھا۔ اور پیشگوئی میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ اُس کے بعد یعنی اُس کے مرنے کے بعد نوع انسان میں علت عقم سرایت کرے گی یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے اور انسانیت حقیقی صفحہ عالم سے مفقود ہو جائیں گے ۱۔ وہ حلال کو حلال نہیں سمجھیں گے اور نہ حرام کو حرام ۲۔ پس اُن پر قیامت قائم ہوگی۔“

(تریاق القلوب ص ۱۵۸-۱۵۹ خزائن ج ۱۵ ص ۲۸۲-۲۸۳)

مرزا یو! ایمان سے کہنا عربی عبارت سامنے رکھ کر اپنے پیر کے کمالات کو کجھ کر کہنا۔ کیا عربی عبارت کا یہی مطلب ہے جو کرشن جی کہتے ہیں؟ بھلا اتنا تو بتلاؤ کہ یعنی در یعنی لگانے کا کرشن جی کو کیا حق ہے۔ کیا تم ایمان سے کہہ سکتے ہو کہ ”یکون مولدہ بالصین“ کے مطابق مرزا صاحب پر یہ عبارت چسپاں ہو سکتی ہے؟ پھر اس طرفہ پر طرہ یہ ہے کہ آپ ہقیقۃ الوحی میں اسی عبارت کو ایسا صاف محرف کرتے ہیں کہ یہودیوں کے بھی کان کتر ڈالے تے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”شیخ محی الدین ابن العربی نے لکھا ہے کہ وہ چینی الاصل ہوگا۔“

(ہقیقۃ الوحی ص ۲۰۱-خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۹)

اس کمال جرات کو دیکھئے کہ جس عبارت کو آپ ہی نقل کرتے ہیں اُسی کو دوسرے مقام پر ایسا بانگڑتے ہیں کہ بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے۔

۱۔ آپ کے تو (بقول آپ کے) لاکھوں مرید ہیں پھر یہ پیشگوئی آپ پر کیسے صادق آ سکتی ہے؟

۲۔ اصل کتاب میں اسی طرح ہے۔

۳۔ اگر یہ پیشگوئی آپ کے حق میں ہے تو مرزائی وحشی ہیں کیونکہ آپ کے بعد کوئی صالح بندہ پیدا نہ ہونا چاہئے۔

مرزائی دوستو! کیا کہتے ہو؟ (مصنف)

کیونکہ مجھے باور ہو کہ ایسا ہی کرو گے
کیا وعدہ تمہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

لطیفہ:- ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مرزا صاحب اس جگہ تو حضرت ابن
العربی کا قول سن لاتے ہیں۔ مگر تقریر وحدۃ الوجود میں انہی ابن العربی اور ان کے مذہب کی
نسبت وہ بے نقط سنائی ہیں کہ الاماں۔ مگر یہاں ان کے قول کو (اور وہ بھی محرف کر کے) مسند اپیش
کیا ہے۔ کیا سچ ہے۔

اُس نقش پا کے سجدہ نے یاں تک کیا ذلیل
میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل چلا

.....☆.....

ہم نے جناب مسیح موعود کو کیا دیکھ کر قبول کیا

اس عنوان سے ایک طویل مضمون قادیانی اخبار الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء میں نکلا ہے جو
کئی ایک نمبروں میں ختم ہوا ہے۔ اس مضمون کا لکھنے والا ایسا طول نویس ہے کہ ہم جس مضمون پر
اس کے دستخط دیکھ پاتے ہیں اُس کو نہیں پڑھتے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو یہی مرزا صاحب کا پکا
مرید ہے۔ جس طرح مرزا صاحب طول نویسی میں مشاق ہیں۔ یہ راقم بھی کم نہیں بلکہ اُن سے بھی
کسی قدر زائد۔ مگر ایک دوست کی فرمائش سے ہم نے بادلِ نخواستہ اس مضمون کو پڑھا اور جواب کی
طرف توجہ کی۔ سنئے:

سارے مضمون کا خلاصہ دو فقروں میں ہے۔ جو خود راقم ہی کے الفاظ میں نقل کر دیتے
ہیں۔ راقم مضمون لکھتا ہے:

”اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب کے دعویٰ کا دار و مدار آ کر آخر کار اسی مرکز
پر ٹھہرتا ہے کہ یہ تمام اسلام کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے اور کہ اسلام میں یہ طاقت
موجود ہے کہ اُس کی پیروی کرنے سے اُس کا ایک سچا پیر و وحی والہام سے مشرف کیا
جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ پس کیوں نہ ہم اس پہلو کو اختیار کریں جو اصل الاصول اور نتیجہ خیز
پہلو ہے۔“

(الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء ص ۷۷ کالم ۲)

راقم مضمون کی یہ تقریر دو حصوں پر منقسم ہے ایک تو یہ کہ اسلام میں یہ برکت ہے۔ بہت خوب ہمیں اس سے تو بحث نہیں۔ دوسرا حصہ جو آپ کی اصل مراد ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب اس کا زندہ نمونہ ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب خود بھی ہمیشہ اسلام کا نمونہ اپنے وجود بے جوہری کو پیش کیا کرتے ہیں (دیکھو تریاق القلوب ص ۵۴۔ خزائن ج ۱۵ ص ۲۳۹)۔

پس اس دوسرے حصہ پر ہماری بحث ہوگی۔ یعنی اس امر پر کہ مرزا صاحب واقعی موردِ الہام و وحی ہیں۔ لیکن اس بحث سے پہلے ہم ناظرین کو ایک خوشخبری سناتے ہیں کہ مرزائی جنگ کا صحیح نقشہ جو ہم نے آج سے ساہا سال پہلے پبلک میں پیش کیا تھا جس کو اس وقت مرزائیوں نے غلط سمجھا تھا۔ راقم مضمون نے اسی کو صحیح سمجھا ہے۔ وہ نقشہ ہم نے رسالہ الہامات مرزا میں لکھ دیا تھا کہ مرزائی مباحث میں زور صرف اس بات پر ہونا چاہئے کہ مرزاجی کے الہامات صحیح ہیں یا غلط۔ اس کا نتیجہ بھی یہی بتلایا تھا کہ اگر مرزاجی اپنے الہامات میں سچے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ مقرب خدا ہیں۔ پھر جو کچھ وہ فرمائیں یا کسی آیت کی تفسیر کریں گے وہی صحیح ہوگی۔ اور اگر وہ اپنے الہامات میں کاذب ہیں تو گویا بعض فرعی مسائل میں وہ حق بجانب ہوں یا ان کا پہلو قوی ہو تو بھی وہ مسیح موعود یا مہدی مسعود نہیں ہو سکتے۔ الحمد للہ کہ ہمارا پیش کردہ نقشہ آج مرزائی کیمپ میں بھی منظور ہو گیا۔ جس پر ہم خوشی میں اگر یہ شعر پڑھیں تو بجا ہے۔

آئے سو بار التجا کر کے
کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

الحمد للہ کہ موضوع بحث کا تو مقرر ہو گیا۔ اس لئے سڑک صاف ہے۔ پس اب ہم ناظرین کو خوشخبری سناتے ہیں کہ اس موضوع میں ہمارا ایک زبردست رسالہ ہے جس کا نام ہے ”الہامات مرزا“۔ اس رسالہ میں مرزا صاحب کے الہامات کا وہ مدلل خاکہ اڑایا ہے کہ آج تک نہ مرزا سے نہ کسی مرزائی سے اُس کا جواب بن پڑا۔ اس جگہ ہم بطور نمونہ مرزاجی کے الہامات کا نقشہ بتلاتے ہیں۔ غور سے سنئے۔

مرزا صاحب کی پیشگوئیاں یوں تو بقول اُن کے سینکڑوں تک پہنچتی ہیں۔ مگر وہ عموماً اسی قسم کی ہیں جو گذشتہ ایام میں اخبار جامع العلوم مراد آباد کے شوخ مزاج اڈیٹر نے ایک پنڈت جی کی نسبت کی تھیں کہ صبح اٹھتے ہی پنڈت جی کو پانچا نہ پیشاب کی حاجت ہوگی۔ پنڈت جی کھانا کھائیں گے تو سیدھا اُن کے معدہ میں اتر جائے گا۔ غرض مرزاجی کی پیشگوئیاں بھی بہت سی اسی قسم کی ہیں۔ مگر چند ایسی بھی ہیں کہ اُن کو مرزا صاحب خود بھی اپنے لئے مدعا صدق و کذب جانتے

اور بتلاتے ہیں۔ بہتر ہے کہ اُن پیشگوئیوں کی فہرست مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں بتلا دیں۔
مرزا صاحب رسالہ ”شہادۃ القرآن“ میں عبد اللہ آختم۔ پنڈت لیکھ رام۔ مرزا احمد
بیگ اور اُس کے داماد کی نسبت پیشگوئیوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

”یہ تینوں پیشگوئیاں ہندوستان کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک
مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے۔ اور ان
میں سے وہ پیشگوئی جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت عظیم الشان ہے۔“

(شہادۃ القرآن ص ۸۰۔ خزائن ج ۶ ص ۳۷۶)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ اور اُن کے داماد والی پیشگوئی کو مسلمانوں
سے بتلایا ہے گو ہمارا حق ہے کہ ہم سب پیشگوئیوں کی جانچ کریں لیکن چونکہ مرزا صاحب نے اس
تقریر میں صرف ایک ہی پیشگوئی کو ہمارے حصہ میں دیا ہے۔ اس لئے ہم بھی سر دست اسی ایک کو
بطور نمونہ جانچتے ہیں۔

شکر ہے کہ مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو واضح لفظوں میں بیان کیا ہوا ہے۔ آپ
رسالہ ”کرامات الصادقین“ میں لکھتے ہیں:

”قال انها لے سيجعل شيبة ويموت بعلمها وابوها الى ثلاث سنة

من يوم النكاح ثم نردھا اليك بعد موتھما ولا يكون احدھما من

العاصمين.“ (اخیر صفحہ سرورق کرامات الصادقین۔ خزائن ج ۷ ص ۱۶۲)

”یعنی خدا نے کہا ہے کہ وہ عورت یعنی مرزا احمد بیگ کی لڑکی (جس کے نکاح

میں آنے کے مرزا صاحب کو الہام ہوتے تھے اور وہ دوسری جگہ بیانی گئی تھی) بیوہ

ہو جائے گی اُس کا خاندان اور اس کا باپ روزِ نکاح سے تین سال کے اندر اندر مر

جائیں گے پھر ہم (خدا) اُس کو تیرے (مرزا کے) پاس (نکاح میں) لے آئیں

گے اور اُن دونوں میں سے اُس کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔“

اس تحریر میں مرزا صاحب نے احمد بیگ اور اُس کے داماد کی موت یومِ نکاح سے تین

سال تک بتلائی ہے۔ اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ اس پیشگوئی کی آخری تاریخ کیا ہے۔ شکر بلکہ صد

شکر ہے کہ مرزا صاحب نے ہمیں اس امر کی تحقیق کرنے سے بھی سبکدوش کر دیا۔ آپ رسالہ

شہادۃ القرآن میں لکھتے ہیں:

۱۔ یہ عبارت اسی طرح ہے ہم اس کی محنت کے ذمہ دار نہیں۔ (مصنف)

”مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا
 باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے
 باقی رہ گئی ہے۔“ (شہادۃ القرآن ص ۷۹۔ خزائن ج ۶ ص ۳۷۵)

یہ عبارت باواز بلند پکار رہی ہے کہ احمد بیگ کا داماد (طال عمرہ) ۲۱ اگست ۱۸۹۳ء کو
 دنیا میں نہ رہنا چاہئے تھا۔ مگر ناظرین کس حیرت سے سنیں گے کہ باوجودیکہ میعاد کو ختم ہوئے آج
 ۲۱ اپریل ۱۹۰۸ء لے کو تیرہ سال سات ماہ مدت گذر چکے ہیں مگر وہ جوان (طال بقاہ) آج تک
 زندہ سلامت ہے۔ جس کی زیست کی خبریں سن کر مرزا جی اندر ہی اندر گونجتے ہیں۔

ناظرین! یہ ہے مرزا جی کی وحی اور الہام کا نمونہ جو آپ حضرات نے دیکھ لیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں
 کہ راقم مضمون مرزا جی کی بگڑی ہوئی وحی کو کیونکر سنوارتا ہے۔ لیکن وہ یاد رکھے:

تروح لے الی العطار تبغی شبابھا

ولن يصلح العطار ما افسد الدهر

ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ کوئی پیشگوئی مرزا صاحب نے ایسی نہیں کی جو پیش از وقت
 صاف بتلائی ہو پھر اُس کا وقوعہ بھی اُسی طرح ہوا ہو۔ اور جن کا وقوعہ بتلایا جاتا ہے وہ ایسی گول مول
 ہیں کہ موم کی ناک سے بھی زیادہ نرم ہیں۔ ہم اس امر کے ثابت کرنے کے لئے بفضلہ تعالیٰ کافی
 مصالحہ رکھتے ہیں۔ اچھا ہوا کہ نامہ نگار مذکور نے یہ پہنچو خود ہی اختیار کیا۔

شیشہ سے کی طرح اے ساقی

چھیڑیو مت کہ بھرے بیٹھے ہیں

☆.....

مرزا قادیانی اپنے منہ سے کافر

آج کل مرزا صاحب کے کافر ہونے نہ ہونے پر بہت کچھ موشگافیاں ہو رہی ہیں۔ مگر

۱۔ آج (مارچ ۱۹۱۷ء کو ۲۱ سال ہو گئے ابھی زندہ ہے۔

۲۔ ایک بڑھیا عورت وسمہ لینے کو جا رہی تھی کہ سر کے بالوں کو سیاہ کرے ایک شوخ طبع شاعر نے اسے دیکھ کر یہ شعر
 پڑھا کہ عطار کے پاس جوانی کا ساز و سامان لینے چلی ہے۔ بھلا جو زمانے کے اثر سے خراب ہو چکا ہے اُسے عطار
 کیا سنوارے گا۔ یہ شعر مرزا صاحب اور اس کے ماننے والوں کے حق میں بہت موزوں ہے۔

ہم آج جس طریق سے مرزاجی کا کافر ہونا ثابت کریں گے وہ سب سے آسان تر ہے اور لطف یہ ہے کہ مرزاجی کا اپنا اقرار ہے۔ مرزاجی لکھتے ہیں:

”ما كان لى ان ادعى النبوة واخرج من الاسلام والحق بقوم

كافرين“ (حماسة البشرى ص ۷۹۔ خزائن ج ۷ ص ۲۹۷)

”یعنی یہ جائز نہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور

کافروں سے جا ملوں۔“

مرزاجی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ دعویٰ نبوت اسلام سے خارج ہونے اور کافر ہونے کا موجب ہے۔ اب سنئے! کہ مرزاجی نے نبوت کا دعویٰ کیا یا نہیں۔ پُرانے حوالے تو سب لوگوں کو معلوم ہیں کہ کس کس آن بان سے اظہارِ نبوت ہوتا تھا۔ مگر آج ایک نیا حوالہ سب سے واضح تر بتلا کر مرزائیوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ کیوں ایسے شخص کے پیچھے پڑے ہو جو بقول خود کافر ہے۔ مرزائیو! نیچے کا حوالہ بغور سنو! مرزاجی کہتے ہیں:

”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم بغیر نبی شریعت کے رسول اور نبی ہیں..... بنی اسرائیل

میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کتاب نازل نہیں ہوئی۔“

(بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء۔ ملفوظات ج ۱۰ ص ۱۲۷)

مطلب یہ کہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں حضرت ہارون۔ زکریا۔ یحییٰ وغیرہم علیہم

السلام کی طرح نبی ہوں۔ بہت خوب۔

یار ما امسال دعویٰ رسالت کردہ است

سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

مرزائیو! دیانتداری سے ان دونوں کلاموں کو ملا کر نتیجہ نکالو۔ تم میں سے جو ذرا

منطق جانتے ہوں ان کی آسانی کے لئے ہم یہاں صغریٰ کبریٰ بنا کر نتیجہ بتلاتے ہیں۔ سنو!

مرزانے دعویٰ نبوت کیا۔ (صغریٰ)

اور بقول مرزاجی دعویٰ نبوت کرنے والا کافر ہے۔ (کبریٰ)

نتیجہ تم خود ہی سوچ لو کہ کون کافر ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(مرقع اپریل۔ ۱۹۰۸ء)

مرزا صاحب کا مجھ سے ایک سوال

اور

میری طرف سے اُس کا جواب

قابل توجہ مرزا صاحب اور مریدان مرزا صاحب

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

میرے عنایت فرما مرزا صاحب قادیانی نے اپنی تازہ تصنیف ھقیقۃ الوحی میں مجھ سے ایک سوال کیا ہے جو واقعی قابل قدر ہے۔ گو مرزا صاحب تو ہمارے کسی سوال کا جواب نہیں دیا کرتے۔ مگر ہم کیوں نہ دیں۔ پس میں پہلے مرزا صاحب کے سوال کو انہی کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔ مگر اس سوال کی وجہ مرزا صاحب کو یہ پیش آئی ہے کہ ۸ فروری ۱۹۰۸ء کے اخبار ”الجمعیۃ“ میں لکھا گیا تھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب امام مرزا کی نسبت مرزا صاحب کو کئی ایک الہام صحت یاب ہو جانے کے بعد ہوئے تھے تاہم وہ مر گیا۔ اس پر مرزا صاحب نے میری نسبت غصہ ظاہر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”یاد رہے کہ میرے نشانوں کو سن کر مولوی ثناء اللہ صاحب کی عادت ہے کہ بوجہ جلی مادہ کے جوش سے انکار کے لئے کچے حیلے پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ بھی انہوں نے یہی عادت دکھلائی۔ اور محض افتراء کے طور پر اپنے پرچہ ۸ فروری ۱۹۰۸ء میں میری نسبت یہ لکھ دیا ہے کہ مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت ان کو الہام ہوا تھا کہ وہ ضرور صحت یاب ہو جائے گا مگر آخروہ فوت ہو گیا۔ اس افتراء کا ہم کیا جواب دیں۔ جزا اس کے کہ ”لعنت اللہ علی الکاذبین۔“ مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیں بتلائیں کہ اگر مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام مذکورہ بالا ہو چکا ہے تو پھر یہ الہامات مندرجہ ذیل جو اخبار الحکم اور بدر میں شائع ہو چکے ہیں کس کی نسبت تھے؟ یعنی کفن میں لپیٹا گیا۔ ۲۷ سال کی عمر۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس نے اچھا ہونا ہی نہیں تھا۔“ ان المنايا لا تطیش سهامها“ یعنی موتوں کے تیر ٹل نہیں سکتے۔

واضح ہو کہ یہ سب الہام مولوی عبدالکریم صاحب کی نسبت تھے۔ ہاں ایک خواب میں اُن کو دیکھا تھا کہ گویا وہ صحت یاب ہیں مگر خواب میں تعبیر طلب ہوتی ہیں اور تعبیر کی کتابیں دیکھ لو۔ خوابوں کی تعبیر میں کبھی موت سے مراد صحت اور کبھی صحت سے مراد موت ہوتی ہے۔ کئی مرتبہ خواب میں ایک شخص کی موت دیکھی جاتی ہے اور اس کی تعبیر زیادت عمر ہوتی ہے۔ یہ حال اُن مولویوں کا ہے جو بڑے دیانت دار کہلاتے ہیں۔ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی بُرا کام نہیں۔ ایسے جھوٹ کو خدا نے جس سے مشابہت دی ہے۔ مگر یہ لوگ جس سے پرہیز نہیں کرتے۔“

(ترجمہ الہام الوہی ص ۳۶۔ خزائن ج ۲۲ ص ۳۵۸-۳۵۹)

جواب:-

آئے صد بار التجا کر کے
کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

شکر صد شکر ہے کہ مرزا صاحب بھی اس اصول میں ہمارے ساتھ متفق ہوئے ہیں کہ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی بُرا کام نہیں۔ پس اب ہمیں واقعات صحیحہ سے یہ بتلانا ہے کہ جھوٹ کون بولتا ہے۔ ہمارے مرزائی دوست ہم کو صحیح صحیح واقعات پیش کرنے میں معذور سمجھیں اور یہ جانیں کہ اگر ہم ان واقعات کو پیش نہ کریں گے تو وہ کسی طرح مٹ نہ جائیں گے۔ پس وہ ٹھنڈے دل سے ان واقعات کو سنیں اور سچ جھوٹ کو بڑی متانت سے جانچیں۔ میں جانتا ہوں کہ انسان فطرۃً مجبور ہے کہ محبوب کے عیوب دیکھنے اور سننے کے وقت اُس کی آنکھ اور کان بند ہو جاتے ہیں۔ لیکن اُن کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر وہ نہ سنیں گے تو اُن کے مخالف تو ضرور سنیں گے۔ پھر کسی موقع پر اچانک اُن کے سامنے اگر وہ واقعات پیش ہو گئے تو کیا جواب دیں گے۔ اس لئے ذرہ انصاف اور حوصلہ سے سنیں۔ ہم سے جہاں تک ہو سکا ہے اس مضمون میں مرزائیوں کی دل شکنی کا بہت لحاظ رکھا ہے۔ حتی المقدور ان الفاظ سے جن کے ہم مرزا صاحب کو مستحق جانتے ہیں کام نہیں لیا تاکہ ہمارے مرزائی دوستوں کو اصل مضمون سمجھنے میں مانع نہ ہوں۔ بہر حال بغور سنئے:

عبارت مرقومہ بالا میں مرزا صاحب نے ایک تو اس سے انکار کیا ہے کہ مولوی عبدالکریم کی بابت کوئی الہام مستعیانی کا نہیں ہوا تھا۔ دوم کفن ۱۹۰۵ء اور منایا والے الہامات سب مولوی عبدالکریم کے حق میں تھے۔ بس ان دو صحیحی امور کا تردیدی ثبوت ہمارے ذمہ ہے۔ ناظرین رسالہ خصوصاً مرزائی دوست بغور سنیں۔

مولوی عبدالکریم کی علالت کی خبر پہلے پہلے ۳۱ اگست ۱۹۰۵ء میں نکلی تھی۔ جس

میں بہت بڑی تمہید کے بعد مرزا صاحب کے چند ایک الہامات درج تھے۔ جو یہ ہیں:

”۳۰ اگست ۱۹۰۵ء۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی گردن کے نیچے پشت پر ایک پھوڑا ہے جس کو چیرا دیا گیا ہے۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا میں نے اُن کے واسطے رات دعا کی تھی۔ رویا (خواب) میں دیکھا کہ مولوی نور الدین ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں۔ فرمایا ہمارا تجربہ ہے کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے۔ اور میری رائے میں طیب کار و نامولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے۔“

(تذکرہ ص ۵۵۹ طبع ۳۔ الحکم ج ۹ نمبر ۳۱ مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۰۵ء ص ۱۰۱ کالم ۲۱)

گو یہی ایک الہام مع الہامی تفسیر کے ہمارے دعوے کے اثبات کے لئے کافی ہے مگر ہم اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اور بھی بہت کچھ پیش کرتے ہیں۔ ذرا غور سے سنئے۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء کے الحکم میں ۷ اکتوبر کا واقعہ لکھا ہے:

” (مرزا صاحب نے) فرمایا اللہ تعالیٰ کے نشان اس طرح کے ہوتے ہیں کہ ان میں قدرت اور غیب ملا ہوا ہوتا ہے اور انسان کی طاقت نہیں ہوتی کہ اُن کو ظاہر کر سکے۔ فرمایا مولوی صاحب کی زیادہ علالت کے وقت میں بہت دعا کرتا تھا اور بعض نقشے میرے آگے ایسے آئے جن سے ناامیدی ظاہر ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت کا وقت ہے اور ظاہر طب کی رو سے بھی معاملہ خوفناک تھا۔ کیونکہ ذیابیطس والے کو سلطان ہو جائے تو پھر بچنا مشکل ہوتا ہے۔ اس دعاء میں نے بہت تکلیف اٹھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت نازل کی اور عبد اللہ سنوری والا خواب میں نے دیکھا جس سے نہایت درجہ غم ناک دل کو تشفی ہوئی جو گذشتہ اخبار میں چھپ چکا ہے۔“

(صفحہ ۳ کالم ۲۔ ملفوظات ج ۸ ص ۷)

۹ اکتوبر کا واقعہ اس سے بھی واضح تر ہے۔ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

”حضرت اقدس حسب معمول تشریف لے آئے اور ایک رویا (خواب) بیان کی جو بڑی ہی مبارک اور مبشر رویا ہے جس کو میں نے اس مضمون کے آخر میں درج کر دیا ہے۔ فرماتے تھے کہ آج تک جس قدر الہامات اور مبشرات ہوئے تھے اُن میں نام نہ تھا۔ لیکن آج تو اللہ تعالیٰ نے خود مولوی عبدالکریم صاحب کو دکھا کر صاف طور پر بشارت دی ہے اس رویا (خواب) کو سن کر جب ڈاکٹر صاحب پٹی کھولنے گئے ہیں تو خدا کی عجب قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ یہ کہ سارے زخم پر انکسور آ گیا ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ غرض اس وقت تک زخم کی حالت اچھی ہے۔“

اور مولوی صاحب روبرو بصحت ہیں۔ ضعف اور نقاہت ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کئی دن سے کھایا کچھ نہیں تھوڑی سی بخینی یا دودھ پیتے ہیں۔ بہر حال رب کریم کے حضور سے بہت بڑی امیدیں ہیں کہ وہ اپنے بندے کو ضائع نہ کرے گا۔ جماعت کا فرض ہے کہ مولوی صاحب کیلئے خاص طور پر دعائیں کرے۔“

مرزائی دوستو! اس حوالہ کو دیکھ کر بھی تم لوگ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے اعلیٰ حضرت کس قدر راست گو ہیں۔ واللہ سچ کہتا ہوں کہ خاکسار کو مرزا صاحب پر اتنا رحم نہیں آتا جتنا تم لوگوں کے حال پر رحم بلکہ افسوس ہوتا ہے کہ تم لوگ بے خبری میں ایسے گڑھے میں گرے ہو کہ اُس سے باہر نکلنا تمہارا مشکل ہے۔ ان حضرت کی شان کو تو میں اس سے ارفع جانتا ہوں کہ ان کی نسبت میں کا ذب یا کذاب کا لفظ لکھوں۔ مرزا صاحب کے مباشرات کی بنیاد اب کسی منقول یا معقول پر مبنی نہیں رہی بلکہ واقعات کی تحقیق پر ہے جس میں ہر ایک عالم اور جاہل حصہ لے سکتا ہے۔ اور سنئے! ۲۳ ستمبر ۱۹۰۵ء کے الحکم میں لکھا ہے۔

”مرزا صاحب نے ۱۹ ستمبر ۱۹۰۵ء کو روڈیا (خواب) دیکھا کہ مرزا غلام قادر صاحب میرے بڑے بھائی نہایت سفید لباس پہنے ہوئے میرے ساتھ جا رہے ہیں اور کچھ باتیں کرتے ہیں ایک شخص اُن کی باتیں سن کر کہتا ہے کہ یہ کیسی فصیح بلیغ گفتگو کرتے ہیں گویا پہلے سے حفظ کر کے آئے ہیں۔ فقط۔ فرمایا: ہمارا تجربہ ہے کہ جب کبھی ہم اپنے بھائی صاحب کو خواب میں دیکھتے ہیں تو اُس سے مراد کسی مشکل کام کا حل ہونا ہوتا ہے۔ آج کل چونکہ مولوی عبدالکریم صاحب کے واسطے بہت دعا کی جاتی ہے۔ اس واسطے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے گا۔ غلام قادر سے خدائے قادر کی قدرت کی طرف اشارہ ہے۔ (ج ۹ نمبر ۳۳۔ ص ۱۸۱۔ تذکرہ ص ۵۲۔ طبع ۳) پھر صفحہ نمبر ۲ پر لکھا ہے:

”شیخ نور احمد صاحب نے اپنا ایک خواب عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مسجد میں کھڑے ہیں اور وعظ کرتے ہیں اور یہ آیت پڑھتے ہیں ”اولئک علی ہدی من ربہم واولئک ہم المفلحون“ فرمایا اس سے بظاہر مولوی صاحب کی صحت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم“

(ج ۹۔ نمبر ۳۳۔ ص ۱۸۱۔ ملفوظات ج ۸ ص ۱۳۔ ۱۴)

پھر کالم نمبر ۴ پر اس سے بھی زیادہ وضاحت کی گئی ہے۔ لکھا ہے:

”۲۱ ستمبر کو اعلیٰ حضرت (مرزا صاحب) حضرت مولوی (عبدالکریم) صاحب

کے لئے بہت دعا کرتے رہے۔ اس پر الہام ہوا ”طلع البدر علینا“ من نئیۃ الوداع“ (یعنی ہم پر بدر چڑھا جس کا صاف مطلب ہے کہ مولوی عبدالکریم صحت یاب ہوگا۔) (ایضاً ص ۲۔ تذکرہ ص ۵۶۸ طبع ۳۔ لغزات ج ۸ ص ۲۸۴)

مرزائی دوستو! ہمارے حوالجات کو دیکھ کر بتلا سکتے ہو کہ مرزا صاحب نے کوئی الہام یا خوشخبری مولوی عبدالکریم کے لئے ظاہر نہیں کی؟ اگر نہیں کی تو اوپر کی عبارات کا مطلب کیا ہے۔ کیا تم اتنا نہیں سمجھتے کہ تم لوگ اگر محبت میں پھنس کر واقعات صحیحہ کو نہ دیکھو گے تو کیا دنیا بھی اندھی ہے۔ اور اگر ان حوالجات میں کوئی الہام تسلی بخش یا خوشخبری صحت بخش ہے تو پھر یہ حضرت کیوں انکار کرتے ہیں۔ جو حقیقۃ الوحی کے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہمارے ایک مخلص دوست یعنی مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اسی بیماری کا رینکل یعنی سرطان سے فوت ہو گئے تھے۔ اُن کے لئے بھی میں نے دعا کی تھی مگر ایک بھی الہام اُن کے لئے تسلی بخش نہ تھا۔“

(حقیقۃ الوحی ص ۳۲۶۔ خزائن ج ۲۲ ص ۳۳۹)

مرزائیو! کیا تم حوصلہ کر سکتے ہو کہ آن حضرت یا اُن کے خلیفہ سے دریافت کرو کہ جھوٹ بولنا نجس کھانے کے برابر ہے یا کم و بیش؟ اور یہ کہ قادیانی اصطلاح میں جھوٹ بولنا لازمہ نبوت ہے یا منافی۔ آہ۔

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ہم نے تو اپنے دعوے کا ثبوت کافی دے دیا ہے کہ مولوی عبدالکریم کی بابت صحت کے الہام تھے۔ یہاں تک کہ مرزا صاحب کو خود اقرار ہے کہ خدا نے مولوی عبدالکریم کا نام بھی لے دیا ہے۔ پھر اس سے زیادہ ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔

۔ اگر اب بھی ندوہ سمجھے تو اُس بت سے خدا سمجھے

رہا دوسرا حصہ کہ کفن میں لپیٹا گیا ۳۷ سال کی عمر وغیرہ۔ سو اس کے متعلق بھی ہم اصل اور صحیح واقعات پیش کر دیتے ہیں۔ خدا کے فضل سے ہمارے پاس کافی سامان ہے۔ اس لئے ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ اپنے پاس سے کچھ جواب دیں۔ پس بغور سنئے۔ الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء کے پرچہ میں یہ الہامات مدج ہیں جو معہ تفسیر مرزائی کے ہم نقل کرتے ہیں۔ لکھا ہے:

”۲ ستمبر ۱۹۱۵ء۔ سینتالیس سال کی عمر۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ اس

سے دوسرے دن ۳ ستمبر ۱۹۰۵ء کو ایک شخص کا خط آیا۔ جس میں اپنی بدکاریوں اور غفلتوں پر نہایت افسوس کی تحریر کر کے لکھا۔ اب میری عمر سینتالیس سال کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فرمایا کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو خط باہر سے آنے والا ہوتا ہے اُس کے مضمون سے پہلے ہی اطلاع دی جاتی ہے۔“

(الحکم ج ۹ نمبر ۳۳ ص ۳ مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ تذکرہ ص ۵۶۶-۵۶۷۔ طبع ۳)

۹ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ ان المناہیا لا تعیش سہامہا۔ کفن میں لپیٹا ہوا۔ فرمایا معلوم

نہیں یہ الہامات کس کے متعلق ہیں۔“ (ج ۹ نمبر ۳۳ ص ۳۳-۳۴۔ تذکرہ ص ۵۶۳)

مرزا یو! اعلیٰ حضرت کے کرشمے خوب غور سے دیکھو۔ کیا فرما رہے ہیں۔ مذکورہ بالا عبارت میں ۴۷ سال والے الہام کی تشریح تو خود حضرت صاحب نے آپ ہی کر دی کہ کسی نائب شخص کے حق میں ہے باقی دو کی بابت خود اقرار ہے کہ معلوم نہیں کہ یہ کس کے حق میں ہیں۔ البتہ ایک الہام باقی رہ گیا کہ ”اس نے اچھا ہونا ہی نہیں“۔ سواں کا کہیں حوالہ نہیں دیا کہ کس زمانے کا ہے اور کب شائع کیا تھا اور اُس کا اشارہ کس طرف ہے۔ خدارا اتنا تو سوچو کہ ایک طرف تو مرزاجی خود ہی لکھتے ہیں:

”آج تک جس قدر الہامات اور بمشرات ہوئے تھے اُن میں نام نہ تھا لیکن آج تو اللہ تعالیٰ نے خود مولوی عبدالکریم صاحب کو دکھا کر صاف طور پر بشارت دی ہے۔“

(الحکم ج ۹ نمبر ۳۳-۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ تذکرہ ص ۵۶۳۔ طبع ۳)

پھر ساتھ ہی اس کے یہ الہام ہوا کہ:

”اُس نے اچھا ہونا ہی نہیں“ (تمہیۃ الوبی ص ۲۶۔ خزائن ج ۲۲ ص ۴۵۸)

تو کیا تم سمجھتے نہیں کہ ایک ہی واقعہ کی نسبت دو متضاد الہام کیا بتلا رہے ہیں۔ معلوم نہ ہو تو قرآن مجید کا عام اصول دیکھو کیا ہے۔ غور سے سنو!

”لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا.“ (النساء: ۸۲)

”(مطلب) اختلاف بیانی دلیل ہے کہ یہ کلام خدا کے ہاں سے نہیں ہے۔“

مرزائی دوستو! آؤ ہم ایک لطیف تفسیر ان الہاموں کی تم کو سنائیں۔ مگر خدارا ذرا دل کو کدورات سے صاف کر کے سننا۔ انہی الہامات کی تفسیر مرزا صاحب خود فرماتے ہیں۔ توجہ سے سنو! اذیتر الحکم لکھتا ہے:

”حضرت مولوی عبدالکریم کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے ۹ ستمبر کو (مرزا صاحب

نے) فرمایا کہ مجھے بہت ہی فکر تھا کہ بعض الہامات ان میں متوحش تھے۔ آج صبح بہت سوچنے کے

بعد میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ بعض وقت ترتیب کے لحاظ سے الہامات پہلے یا پچھے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان الہامات کی ترتیب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالی کہ ایسے الہامات جیسے اذا جاء افواج وسم من السماء اور کفن میں لپیٹنا گیا اور ان المنابا لا تطيش سہامہا یہ اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ قضا و قدر تو ایسی ہی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و رحم سے رو بلا کر دیا (یعنی مولوی عبدالکریم اب نہیں مرے گا)

۱۰ اکتوبر نماز صبح کے وقت روایا:۔ ایک جگہ ایک بڑی حویلی ہے اُس کے آگے ایک چبوترہ ہے جس کی کرسی بہت بلند ہے اُس پر مولوی عبدالکریم صاحب سفید کپڑے پہنے ہوئے دروازہ پر بیٹھے ہیں اس جگہ میرے پانچ چار اور دوست ہیں جو ہر وقت اسی فکر میں ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب میں آپ کو آپ کی صحت کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اور پھر میں رو پڑا اور میرے ساتھ کے دوست بھی رو پڑے اور مولوی صاحب بھی رو پڑے۔ پھر میں نے کہا دعا کرو اور دعا میں تین دفعہ سورہ فاتحہ پڑھی۔ فرمایا اس خواب کے تمام اجزاء مولوی صاحب کی صحت کی بشارت دیتے ہیں۔ سورہ فاتحہ پڑھنے کی تعبیر بھی یہی ہے کہ انسان کوئی ایسا امر دیکھے جو اُس کو خوش کرنے والا ہو اور فرمایا جو الحمد خواب میں پڑھتا ہے اُس کی دعا قبول ہوتی ہے۔“

(۱۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۲ کالم ۳۲۔ تذکرہ ص ۶۵، ۶۶، ۶۷ طبع ۳)

ناظرین! بغور ملاحظہ فرمائیے کہ مرزا صاحب جن الہامات کو خود ایک جگہ بلا تعین لکھ چکے ہیں اور دوسری جگہ اُن کو تقدیر مسترد بتلا چکے ہیں پھر کس قدر جرأت ہے کہ اُنہی الہامات کو مولوی عبدالکریم کی موت پر پیش کر کے اپنے تمام سابقہ نوشتوں پر پانی پھیرتے ہیں۔ خیر تو یہ ہوا واقعات کا اظہار۔ اب سنئے اس کا نتیجہ: مرزا صاحب اور ان کے معتقدین بڑے فخر سے کہا کرتے ہیں کہ مرزا جی کی دعا یرود نہیں ہوتی اور اسی کو وہ اپنے معجزات میں اول نمبر پر شمار کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

”مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری

سنوں گا۔“ (ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۵ ص ۳ مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء۔ خزائن ج ۱ ص ۵۱۵)

اس اصول سے ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا یہ معجزہ بھی سیلہ کذاب کے معجزہ کے ہم وزن معلوم ہوتا ہے۔ مشہور ہے کہ سیلہ کسی کانے کو دم کرتا تھا تو وہ اندھا ہو جاتا تھا۔ وہی کیفیت ہم مرزا صاحب کی دعاؤں کی دیکھتے ہیں۔ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

”حضرت خلیفۃ اللہ (مرزا) کے لئے اُس دن سے کہ مولوی (عبدالکریم) صاحب پر عمل جراحی کیا گیا رات کا سونا قریباً حرام ہو گیا۔ باوصفیکہ چوٹ لگنے اور بہت سا خون نکل جانے کی وجہ سے حضرت اقدس کو تکلیف تھی اور دورانِ سر کی بیماری کی شکایت تھی۔ لیکن یہ کریم النفس وجود ساری رات رب رحیم کے حضور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے دعاؤں میں لگا رہا..... یہ ہمدردی اور ایثار ہر شخص میں نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور ماموروں ہی کی یہ شان ہے کہ اپنی تکالیف کو بھی دوسروں کی تکلیف کے مقابلہ میں بھول جاتے ہیں اور نہ صرف بھول جاتے ہیں بلکہ قریب بہ موت پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن ہاں اُن کے دل میں کسی بندہ کے لئے خاص طور پر اضطراب اور قلق کا پیدا ہونا خود اُس بندہ کی عظمت اور وقعت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ حضرت اقدس (مرزا) نصف شب سے آخر شب تک دعاؤں میں مصروف رہے۔ اور اس اثنا میں مولوی صاحب ممدوح کے دروازہ پر آ کر حال بھی پوچھا۔ ساری دنیا سوتی تھی۔ مگر یہ خدا کا جری جاگتا تھا اپنے لئے نہیں اپنی اولاد کے لئے نہیں اپنے کسی ذاتی مقصد کے لئے صرف اس لئے کہ تا رحیم و کریم مولا کے حضور اپنے ایک مخلص کی شفاء کے لئے دعا کرے۔ فرمایا میں نے ہر چند چاہا کہ دو چار منٹ کے لئے ہی سو جاؤں۔ مگر میں جانتا ہی نہیں کہ نیند کہاں چلی گئی۔ یہ باتیں آپ نے ایک روز صبح کو بیان فرمائیں۔ بعض خدام نے عرض کی کہ حضور اس وقت جا کر آرام کر لیں۔ فرمایا یہ اپنے اختیار میں تو نہیں میں کیونکر آرام کر سکتا ہوں جب کہ میرے دروازہ پر ہائے کی آواز آرہی ہے۔ میں تو اُس قلق اور کرب کو جو مولوی صاحب کو ہوا دیکھ بھی نہیں سکتا۔ اس لئے میں اوپر نہیں گیا۔“

(الحکم ج ۹ نمبر ۳۱-۳۱، اگست ۱۹۰۵ء ص ۹)

ان حضرت کی دعاؤں کے علاوہ اصحاب منازل بھی دعاؤں میں شریک تھے۔ دیکھو

الحکم ۳۰ ستمبر ص ۱۲ کا لم ۲۔ یہاں تک کہ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

”مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے جو دعائیں کی جاتی ہیں جب ان کا

کھلا کھلا اظہار ہوگا تو ہماری جماعت کی معرفت اور اُمید زیادہ ہو جائے گی۔“

(الحکم ج ۹ نمبر ۳۲-۳۰، ستمبر ۱۹۰۵ء)

لیکن ہم بڑے افسوس سے کہتے ہیں کہ جب ان دعاؤں کا نتیجہ وہی نکلا جو استاد مومن

خاں مرحوم نے کہا ہے۔

مانگا کریں گے اب سے دُعا ہجر یار کی

آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

تو ساری جماعت نے آنکھیں اور کان بند کر لئے اور ایسے سوئے کہ ”گوئی مردہ اند“
 اخیر میں ہم اڈیٹر الحکم کا ایک قول نقل کر کے اُس سے ایک سوال کرتے ہیں۔ اڈیٹر مذکور
 لکھتا ہے:

”یہ امر بلا مبالغہ ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا اس بیماری سے
 جاں بر ہو جانا ایک عظیم الشان نشان ہوگا۔ جو سچ سچ اَحیاءِ موتی ہوگا۔ خدا کرے ہم
 اس کو بہت جلد دیکھیں۔“ (الحکم ج ۹ نمبر ۳۳-۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء ص ۱۲ کالم ۳)

سوال :- یہ ہے کہ ان دعاؤں کا اثر تو جو ہوا تمام پبلک نے دیکھ لیا اب بتلاؤ اَحیاءِ موتی کی بجائے
 اِمانت اَحیاءِ ہوا۔ اس سے تمہارے ایمان میں ترقی ہوئی یا تنزلی؟ ایمان سے سچ کہنا کہ یہ قول صحیح
 ہے یا غلط؟

زندوں کے مارنے کو سچ الزماں ہوئے

مرزائی دوستو! انصاف سے کہنا مرزاجی کے سوال کا جواب ہم نے پورا دے دیا یا نہیں؟

میرے دل کو دیکھ کر میری دقا کو دیکھ کر

بندہ پر در منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

اعلیٰ حضرت خود یا اُن کا کوئی مرید ان حوالجات کو غلط ثابت کر دے تو مبلغ پانسو کے مستحق ہوں گے۔

کیا کوئی ہے جو سامنے آئے ؟

اولشک ابائی فجنتی بمثلہم

اذا جمعنا یا جریر المجمع

تمت

ابوالوفاء ثناء اللہ

امر تشر